

# سماجی، انصاف اور رشتہ داری کے تعلقات



مثبت خصوصیات کو اپنانا ذہنی  
سکون کا باعث بنتا ہے

سماجی، انصاف اور رشتہ داری کے تعلقات

شیخ پوڈ کتب

شیخ پوڈ کتب، 2024 کے ذریعہ شائع کیا گیا۔

اگرچہ اس کتاب کی تیاری میں تمام احتیاط برتی گئی ہے، ناشر غلطیوں یا کوتاہی یا یہاں موجود معلومات کے استعمال کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کے لیے کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا ہے۔

سماجی، انصاف اور رشتہ داری کے تعلقات

دوسرا ایڈیشن۔ 22 مارچ 2024۔

کاپی رائٹ © 2024 شیخ پوڈ کتب۔

شیخ پوڈ کتب کے ذریعہ تحریر کردہ۔

## فہرست کا خانہ

[فہرست کا خانہ](#)

[اعترافات](#)

[مرتب کرنے والے کے نوٹس](#)

[تعارف](#)

[سماجی، انصاف اور رشتہ داری کے تعلقات](#)

[سماجی کاری - 1](#)

[سماجی کاری - 2](#)

[سماجی کاری - 3](#)

[سماجی کاری - 4](#)

[سماجی کاری - 5](#)

[سماجی کاری - 6](#)

[سماجی کاری - 7](#)

[سماجی کاری - 8](#)

[سماجی کاری - 9](#)

[سماجی کاری - 10](#)

[سماجی کاری - 11](#)

[سماجی کاری - 12](#)

[سماجی کاری - 13](#)

[سماجی کاری - 14](#)

[سماجی کاری - 15](#)

[سماجی کاری - 16](#)

[17 - سماجی کاری](#)

[18 - سماجی کاری](#)

[19 - سماجی کاری](#)

[20 - سماجی کاری](#)

[21 - سماجی کاری](#)

[22 - سماجی کاری](#)

[23 - سماجی کاری](#)

[24 - سماجی کاری](#)

[25 - سماجی کاری](#)

[26 - سماجی کاری](#)

[27 - سماجی کاری](#)

[28 - سماجی کاری](#)

[29 - سماجی کاری](#)

[30 - سماجی کاری](#)

[31 - سماجی کاری](#)

[32 - سماجی کاری](#)

[33 - سماجی کاری](#)

[34 - سماجی کاری](#)

[35 - سماجی کاری](#)

[36 - سماجی کاری](#)

[37 - سماجی کاری](#)

[38 - سماجی کاری](#)

[39 - سماجی کاری](#)

[40 - سماجی کاری](#)

[سماجي ڪاري - 41](#)

[سماجي ڪاري - 42](#)

[سماجي ڪرنا - 43](#)

[سماجي ڪرنا - 44](#)

[سماجي ڪاري - 45](#)

[سماجي ڪاري - 46](#)

[سماجي ڪاري - 47](#)

[سماجي ڪاري - 48](#)

[سماجي ڪاري - 49](#)

[سماجي ڪاري - 50](#)

[سماجي ڪاري - 51](#)

[سماجي ڪاري - 52](#)

[سماجي ڪاري - 53](#)

[سماجي ڪاري - 54](#)

[سماجي ڪاري - 55](#)

[سماجي ڪاري - 56](#)

[سماجي ڪاري - 57](#)

[سماجي ڪاري - 58](#)

[سماجي ڪاري - 59](#)

[سماجي ڪاري - 60](#)

[سماجي ڪاري - 61](#)

[سماجي ڪاري - 62](#)

[سماجي ڪاري - 63](#)

[سماجي ڪاري - 64](#)

[65 - سماجی کاری](#)

[66 - سماجی کاری](#)

[67 - سماجی کاری](#)

[68 - سماجی کاری](#)

[69 - سماجی کاری](#)

[70 - سماجی کاری](#)

[71 - سماجی کاری](#)

[72 - سماجی کاری](#)

[73 - سماجی کاری](#)

[74 - سماجی کاری](#)

[75 - سماجی کاری](#)

[76 - سماجی کاری](#)

[77 - سماجی کاری](#)

[78 - سماجی کاری](#)

[79 - سماجی کاری](#)

[80 - سماجی کاری](#)

[81 - سماجی کاری](#)

[82 - سماجی کاری](#)

[83 - سماجی کاری](#)

[84 - سماجی کاری](#)

[85 - سماجی کاری](#)

[86 - سماجی کاری](#)

[87 - سماجی کاری](#)

[88 - سماجی کاری](#)

[سماجی کاری - 89](#)

[سماجی کاری - 90](#)

[سماجی کاری - 91](#)

[سماجی کاری - 92](#)

[سماجی کاری - 93](#)

[سماجی کاری - 94](#)

[سماجی کاری - 95](#)

[سماجی کاری - 96](#)

[سماجی کاری - 97](#)

[سماجی کاری - 98](#)

[سماجی کاری - 99](#)

[سماجی کاری - 100](#)

[سماجی کاری - 101](#)

[سماجی کاری - 102](#)

[سماجی کاری - 103](#)

[سماجی کاری - 104](#)

[انصاف - 1](#)

[انصاف - 2](#)

[رشتہ داریاں - 1](#)

[رشتہ داری کے تعلقات - 2](#)

[رشتہ داریاں - 3](#)

[رشتہ داری کے تعلقات - 4](#)

[رشتہ داری کے تعلقات - 5](#)

[رشتہ داریاں - 6](#)

رشته داریاں - 7

رشته داری کے تعلقات - 8

رشته داری کے تعلقات - 9

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

دیگر شیخ یوڈ میڈیا

## اعترافات

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا رب ہے، جس نے ہمیں اس جلد کو مکمل کرنے کی تحریک، موقع اور طاقت بخشی۔ درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کا راستہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لیے چنا ہے۔

ہم شیخ پوڈ کے پورے خاندان، خاص طور پر اپنے چھوٹے ستارے یوسف کے لیے اپنی تہ دل سے تعریف کرنا چاہیں گے، جن کی مسلسل حمایت اور مشورے نے شیخ پوڈ کتب کی ترقی کو متاثر کیا ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا کرم مکمل فرمائے اور اس کتاب کے ہر حرف کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائے اور اسے روز آخرت میں ہماری طرف سے گواہی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور بے شمار درود و سلام ہو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، آپ کی آل اور صحابہ کرام پر، اللہ ان سب سے راضی ہو۔

## مرتب کرنے والے کے نوٹس

ہم نے اس جلد میں انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی شارٹ فال نظر آئے تو مرتب کرنے والا ذاتی طور پر ذمہ دار ہے۔

ہم ایسے مشکل کام کو مکمل کرنے کی کوشش میں غلطیوں اور کوتاہیوں کے امکان کو قبول کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم نے لاشعوری طور پر ٹھوکر کھائی ہو اور غلطیوں کا ارتکاب کیا ہو جس کے لیے ہم اپنے قارئین سے درگزر اور معافی کے لیے دعا گو ہیں اور ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے گی۔ ہم تہہ دل سے تعمیری تجاویز کی دعوت دیتے ہیں جو

[ShaykhPod.Books@gmail.com](mailto:ShaykhPod.Books@gmail.com) پر دی جا سکتی ہیں۔

## تعارف

مندرجہ ذیل مختصر کتاب عظیم کردار کے تین پہلوؤں پر بحث کرتی ہے: سماجی، انصاف اور رشتہ داری کے تعلقات۔

زیر بحث اسباق کو نافذ کرنے سے ایک مسلمان کو اعلیٰ کردار حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود حدیث کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ قیامت کے ترازو میں سب سے وزنی چیز حسن اخلاق ہوگی۔ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے ایک ہے جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورہ نمبر 68 القلم آیت نمبر 4 میں فرمائی ہے

”اور بے شک آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں۔“

لہذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اعلیٰ کردار کے حصول کے لیے قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔

## سماجی، انصاف اور رشتہ داری کے تعلقات

### سماجی کاری - 1

صحیح بخاری نمبر 13 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس خصوصیت کو اپنانے میں ناکام رہے تو وہ اپنا ایمان کھو دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس نصیحت پر عمل نہ کریں۔ یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ مسلمان اس وقت تک اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے بھی وہ چیز ناپسند نہ کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ اس کی تائید صحیح مسلم نمبر 6586 میں موجود ایک اور حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ نصیحت کرتی ہے کہ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے۔ جسم کے ایک حصے میں درد ہو تو باقی جسم درد میں شریک ہوتا ہے۔ اس بابہمی احساس میں دوسروں کے لیے محبت اور نفرت شامل ہے جو کوئی اپنے لیے پسند کرتا ہے اور نفرت کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو یہ مقام صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب اس کا دل بغض اور حسد سے پاک ہو۔ یہ بُری خصلتیں انسان کو ہمیشہ اپنے لیے بہتر کی خواہش کا باعث بنتی ہیں۔ پس درحقیقت یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو اچھی خصلتوں کو اپنا کر اپنے دل کو پاک کرنا چاہیے جیسا کہ معاف کرنے والا ہونا اور حسد جیسی بری خصلتوں کو ختم کرنا چاہیے۔ یہ صرف قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دوسروں کے لیے بھلائی کی خواہش کرنے سے وہ اچھی چیزوں سے محروم نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے کی کوئی حد نہیں اس لیے خود غرضی اور لالچی ذہنیت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

دوسروں کے لیے بھلائی کی خواہش میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے، جیسے کہ مالی یا جذباتی مدد، اسی طرح ایک شخص چاہتا ہے کہ دوسروں کی ضرورت کے وقت ان کی مدد کریں۔ اس لیے اس محبت کو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ عمل سے ظاہر کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ جب کوئی مسلمان برائی سے منع کرتا ہے اور ایسی نصیحت کرتا ہے جو دوسروں کی خواہشات کے خلاف ہو تو انہیں نرمی سے ایسا کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے انہیں اچھی نصیحت کریں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، زیر بحث اہم حدیث ان تمام برے خصلتوں کو ختم کرنے کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے جو باہمی محبت اور نگہداشت سے متصادم ہوں، جیسا کہ حسد۔ حسد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی خاص نعمت کا مالک ہونا چاہتا ہے جو صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اسے کسی اور سے چھین لیا جائے۔ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کردہ نعمتوں کی تقسیم کے لیے براہ راست چیلنج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور حسد کرنے والے کی نیکیوں کو برباد کرنے کا باعث ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4903 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے کے پاس حلال چیزوں کی خواہش رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اسے وہی چیز عطا کرے جو دوسرے شخص کو ضائع نہ ہو۔ ان کی برکت۔ اس قسم کی حسد جائز ہے اور مذہب کے پہلوؤں میں قابل تعریف ہے۔ صحیح مسلم نمبر 1896 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ 1896 وسلم نے یہ نصیحت کی ہے کہ مسلمانوں کو صرف اس دولت مند سے حسد کرنا چاہئے جو اپنی دولت کا صحیح استعمال کرے۔ اور ایک ایسے علم والے سے رشک کریں جو اپنے علم کو اپنے اور دوسروں کے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے۔

ایک مسلمان کو نہ صرف دوسروں کے لیے دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لیے محبت کرنی چاہیے بلکہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں دینی برکات حاصل کرنے کے لیے بھی محبت کرنی چاہیے۔ درحقیقت جب کوئی دوسروں کے لیے یہ خواہش کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرنے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کوشش کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اس پر درود ہو۔ اسلام میں اس قسم کے صحت مند مقابلے کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔ باب 83 المطففین، آیت 26:

"تو اس کے لیے حریفوں کو مقابلہ کرنے دیں۔..."

یہ ترغیب ایک مسلمان کو اپنے کردار میں کسی خامی کو تلاش کرنے اور اسے دور کرنے کے لیے اپنا جائزہ لینے کی بھی ترغیب دے گی۔ جب یہ دونوں عناصر معنی کو یکجا کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں جدوجہد کرتے ہیں، اور کردار کو پاک کرتے ہیں، تو یہ دونوں جہانوں میں کامیابی کا باعث بنتا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں سے محبت کا دعویٰ نہ صرف زبانی طور پر کرے بلکہ اپنے عمل سے ظاہر کرے۔ امید ہے کہ جو اس طرح دوسروں کی فکر کرتا ہے اسے دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی فکر حاصل ہوگی۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 1930 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

## سماجی کاری - 2

صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ایک مصیبت کو دور کرے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی سلوک ہوتا ہے جس طرح وہ عمل کرتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر، باب 2 البقرہ، آیت 152:

"...پس مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا۔"

ایک اور مثال جامع ترمذی نمبر 1924 میں موجود حدیث میں مذکور ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو دوسروں پر رحم کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر رحم کیا جائے گا۔

پریشانی وہ چیز ہے جو کسی کو پریشانی اور مشکل میں ڈال دیتی ہے۔ لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی دوسرے کے لیے ایسی تکلیف کو آسان کرے خواہ دنیوی ہو یا دینی، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختیوں سے محفوظ رہے گا۔ متعدد احادیث میں مختلف طریقوں سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 2449 میں موجود حدیث میں نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو

کھانا کھلائے گا اسے قیامت کے دن جنت کے پھل کھلائے جائیں گے۔ اور جو شخص کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کا پانی پلائے گا۔

چونکہ آخرت کی مشکلات دنیا میں پائی جانے والی مشکلات سے کہیں زیادہ ہیں، اس لیے یہ ثواب ایک مسلمان کے لیے اس وقت تک روک رکھا جاتا ہے جب تک کہ وہ آخرت تک نہ پہنچ جائیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دنیا کی مصیبتوں سے بڑھ کر قیامت کی سختیوں کی فکر کرنی چاہیے۔ انسان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا کی مصیبتیں ہمیشہ عارضی، کم سخت اور آخرت کی مصیبتوں کے مقابلے میں بہت دور رس ہوں گی۔ یہ فہم اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ آخرت کی مشکلات سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت میں بھرپور کوشش کریں گے۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے عیوب کو چھپائے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیب دنیا اور آخرت دونوں میں چھپائے گا۔ اگر کوئی اس پر غور کرے تو یہ بات بالکل واضح ہے۔ جو لوگ دوسروں کے عیوب کو ظاہر کرنے کے عادی ہیں وہی لوگ ہیں جن کے عیوب کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کے عیب چھپانے والے کو معاشرہ ایسا سمجھتا ہے جس کا کوئی عیب نہ ہو۔

اس نصیحت کے سلسلے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ پہلے وہ ہیں جن کے غلط کام نجی معنیٰ میں ہوتے ہیں، یہ شخص کھلم کھلا گناہ نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے گناہوں کو فخریہ انداز میں دوسروں پر ظاہر کرتا ہے۔ اگر یہ شخص پھسل جائے اور کوئی ایسا گناہ کرے جو دوسروں کو معلوم ہو جائے تو اس سے پردہ ہونا چاہیے جب تک کہ اس سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچے۔ باب 24 النور، آیت 19

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیل جائے ان کے لیے دنیا اور ”آخرت میں دردناک عذاب ہے۔“

درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4375 میں موجود ایک حدیث میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی کوشش کرنے والوں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنے کی نصیحت کی۔

دوسری قسم کا وہ فاسق ہے جو کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ ان کے بارے میں معلوم کریں۔ درحقیقت، وہ اکثر ان گناہوں پر فخر کرتے ہیں جو انہوں نے دوسروں کے ساتھ کیے ہیں۔ جیسا کہ وہ دوسروں کو برے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، اسی طرح دوسروں کو تنبیہ کرنے کے لیے ان کے عیوب کو ظاہر کرنا اس حدیث کے منافی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس شخص کے عیوب کو ظاہر کرنے کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کے عیب ظاہر کرے گا، جس کا ذکر سنن ابن ماجہ نمبر 2546 کی حدیث میں ہے، جب تک کہ وہ کسی دوسرے کے عیب کو ظاہر کر رہا ہو۔ صحیح وجہ سے

زیر بحث مرکزی حدیث کے اس حصے پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ قیامت کے دن پوری مخلوق کے سامنے بے نقاب ہونے کی رسوائی تصور سے باہر ہے۔ لہذا انسان اپنے آپ کو یہ سمجھ کر بے وقوف نہ بنائے کہ جس طرح اس دنیا میں ظاہر ہونا اس کے لیے قابلِ برداشت ہے، اسی طرح وہ قیامت کے دن بے نقاب ہونا بھی برداشت کر سکے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک مسلمانوں کی مدد کرتا رہے گا جب تک وہ دوسروں کی مدد کرتا رہے گا۔ ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ جب وہ کسی کام کے لیے کوشش کرتے ہیں یا کسی خاص کام کو مکمل کرنے کے لیے کسی دوسرے کی مدد کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ کامیاب یا ناکامی پر ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کرتا ہے تو اس کا کامیاب نتیجہ یقینی ہے۔ یہ غور کرنا ضروری ہے کہ یہ الہی مدد اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کوئی شخص دینی اور حلال دنیاوی دونوں معاملات میں دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کی مدد کرے، اگر وہ اس اجر کا خواہاں ہو۔ اس

کا مطلب ہے کہ انہیں امید نہیں رکھنی چاہئے، امید نہیں رکھنی چاہئے اور نہ ہی ان سے شکر گزاری کی کوئی علامت پوچھنی چاہئے جس سے وہ مدد کر رہے ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مفاد کے لیے تمام اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کریں تاکہ انہیں دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو۔

### سماجی کاری - 3

صحیح مسلم نمبر 6586 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ امت مسلمہ ایک جسم کی مانند ہے۔ جسم کے کسی حصے میں درد ہو تو باقی جسم اس کے درد میں شریک ہوتا ہے۔

یہ حدیث، بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح، اپنی زندگی میں اس قدر خود غرض نہ ہونے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس طرح برتاؤ کرتی ہے کہ گویا کائنات ان کے اور ان کے مسائل کے گرد گھوم رہی ہے۔ شیطان مسلمانوں کو اپنی زندگی اور اپنے مسائل پر اس قدر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ بڑی تصویر پر توجہ دینے سے محروم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بے صبری کا باعث بنتا ہے اور وہ دوسروں سے غافل ہو جاتا ہے اور نتیجتاً وہ دوسروں کی مدد کرنے میں اپنی ذمہ داری میں ناکام ہو جاتا ہے۔ مطلب ایک مسلمان کو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے اور دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں تک وہ کر سکتے ہیں۔ یہ مالی مدد سے آگے بڑھتا ہے اور اس میں تمام زبانی اور جسمانی مدد شامل ہوتی ہے، جیسے کہ اچھا اور مخلصانہ مشورہ۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ خبروں کا باقاعدگی سے مشاہدہ کریں اور جو پوری دنیا میں مشکل حالات میں ہیں۔ اس سے انہیں حوصلہ ملے گا کہ وہ خود غرض اور خود غرض بننے سے بچیں اور اس کے بجائے دوسروں کی مدد کریں۔ درحقیقت جس کو صرف اپنی فکر ہوتی ہے وہ جانور سے بھی کم تر ہے جیسا کہ وہ اپنی اولاد کا خیال رکھتا ہے۔ درحقیقت ایک مسلمان کو عملاً اپنے خاندان سے بڑھ کر دوسروں کا خیال رکھتے ہوئے جانوروں سے بہتر ہونا چاہیے۔

یہ حدیث اسلام میں اتحاد اور مساوات کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جیسا کہ دوسرے مسلمانوں کو ان کی جنس، نسل یا کسی بھی چیز سے قطع نظر ان کے وسائل کے مطابق مدد کرنی چاہیے۔

جس طرح ایک شخص اپنی پریشانی کو دور کرنا چاہتا ہے، اسی طرح اسے دوسروں کے لیے بھی اس طرح کا برتاؤ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ بنیادی حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ ایک مسلمان کے لیے کسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا دوسرے مسلمان کے لیے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اسی میں ایک ہے۔

آخر میں، اگرچہ ایک مسلمان دنیا کے تمام مسائل کو دور نہیں کر سکتا لیکن وہ اپنا کردار ادا کر سکتا ہے اور اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور توقع یہی ہے۔

## سماجی کاری - 4

جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ دوسروں کو نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو ان کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا۔ اور جو لوگ دوسروں کو گناہوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، ان سے ایسے حساب لیا جائے گا جیسے انہوں نے گناہ کیے ہوں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو نصیحت اور رہنمائی کرتے وقت محتاط رہیں۔ ایک مسلمان کو صرف دوسروں کو نیکی کی نصیحت کرنی چاہیے تاکہ وہ اس سے ثواب حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نصیحت کرنے سے گریز کریں۔ قیامت کے دن کوئی شخص محض یہ دعویٰ کر کے سزا سے نہیں بچ سکے گا کہ وہ صرف دوسروں کو گناہوں کی طرف دعوت دے رہا ہے چاہے اس نے خود گناہ کیوں نہ کیے ہوں۔ اللہ تعالیٰ رہنما اور پیروکار دونوں کو ان کے اعمال کے لیے جوابدہ ٹھہرائے گا۔ لہذا مسلمانوں کو دوسروں کو صرف وہی کام کرنے کی تلقین کرنی چاہیے جو وہ خود کریں گے۔ اگر وہ اپنے نامہ اعمال میں کسی عمل کو ناپسند کرتے ہیں تو انہیں دوسروں کو اس عمل کی تلقین نہیں کرنی چاہیے۔

اس اسلامی اصول کی وجہ سے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے مناسب علم حاصل کر لیں کیونکہ اگر وہ دوسروں کو غلط نصیحت کرتے ہیں تو وہ آسانی سے اپنے گناہوں کو بڑھا سکتے ہیں۔

مزید برآں، یہ اصول مسلمانوں کے لیے ان اعمال کا اجر حاصل کرنے کا ایک انتہائی آسان طریقہ ہے جو وہ وسائل کی کمی کی وجہ سے خود انجام نہیں دے سکتے، جیسے کہ دولت۔ مثال کے طور پر، ایک شخص جو مالی طور پر صدقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے وہ دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ صدقہ کرنے والے کے برابر ثواب حاصل کرے گا۔

اس کے علاوہ، یہ اسلامی اصول ایک بہترین طریقہ ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد بھی نیک اعمال کی نشوونما کو یقینی بنایا جائے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس کی جتنی زیادہ رہنمائی کرے گا، اتنا ہی ان کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ یہ وہ میراث ہے جس کے بارے میں ایک مسلمان کو اپنی فکر کرنی چاہیے، کیونکہ دیگر تمام وراثتیں، جیسے املاک کی سلطنتیں، آئیں گی اور جائیں گی، اور ان کے مرنے کے بعد ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر کچھ بھی ہے تو، وہ اپنی سلطنت کمانے اور ذخیرہ کرنے کے لیے جوابدہ ہوں گے جبکہ ان کے وارثوں کو اس سلطنت سے لطف اندوز ہوں گے جو مرحوم نے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

## سماجی کاری - 5

صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ دیوالیہ مسلمان وہ ہے جو بہت سے اعمال صالحہ مثلاً روزہ اور نماز جمع کرتا ہے لیکن وہ لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے۔ اعمال ان کے مظلوموں کو دیئے جائیں گے اور اگر ضروری ہوا تو ان کے شکار کے گناہ انہیں قیامت کے دن دیئے جائیں گے۔ یہ انہیں جہنم میں پھینکنے کا باعث بنے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض ہیں جیسے فرض نماز۔ دوسرا پہلو لوگوں کے حقوق ادا کرنا ہے جس میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو کسی چیز سے دور نہ رکھے۔ شخص اور ان کے مال، چاہے وہ کسی بھی مذہب کی پیروی کریں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ لامحدود معاف کرنے والا ہے، وہ ان لوگوں کو معاف کر دے گا جو اس سے سچے دل سے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن وہ ان گناہوں کو معاف نہیں کرے گا جن میں دوسرے لوگ شامل ہوتے ہیں جب تک کہ شکار پہلے معاف نہ کر دے۔ چونکہ لوگ اتنے معاف کرنے والے نہیں ہیں، اس لیے ایک مسلمان کو ڈرنا چاہیے کہ جن پر انہوں نے ظلم کیا ہے وہ قیامت کے دن ان کی قیمتی نیکیاں لے کر ان سے بدلہ لیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا ہے، تب بھی وہ جہنم میں صرف اس لیے جا سکتا ہے کہ اس نے دوسروں پر ظلم کیا ہے۔

نماز اور روزے جیسے اعمال صالحہ کو جمع کرنے کا کوئی مطلب نہیں، صرف انہیں قیامت کے دن دوسروں کے حوالے کر دیا جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے

حقوق ادا کرتے ہوئے اپنے اعمال صالحہ کو بڑھانے اور گناہوں کو کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

## سماجی کاری - 6

صحیح بخاری نمبر 2686 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے اہم فریضے کو ادا نہ کرنے کو دو درجے بھری ہوئی کشتی کی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ لوگوں کا نچلی سطح کے لوگ جب بھی پانی تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بالائی سطح کے لوگوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں، اس لیے وہ نچلی سطح پر ایک سوراخ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تاکہ وہ براہ راست پانی تک رسائی حاصل کر سکیں۔ اگر بالائی سطح کے لوگ انہیں روکنے میں ناکام رہے تو یہ سب غرق ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی علم کے مطابق نرمی کے ساتھ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا کبھی ترک نہ کریں۔ ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں ماننا چاہیے کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں گے، دوسرے گمراہ لوگ ان پر منفی اثر نہیں ڈال سکیں گے۔ سڑے ہوئے سیب کے ساتھ رکھنے پر ایک اچھا سیب بالآخر متاثر ہو جائے گا۔ اسی طرح جو مسلمان دوسروں کو نیکی کا حکم دینے میں ناکام رہتا ہے وہ آخر کار اس کے منفی رویے سے متاثر ہوتا ہے خواہ وہ لطیف ہو یا ظاہر۔ یہاں تک کہ اگر وسیع تر معاشرہ غافل ہو گیا ہے، تب بھی کسی کو اپنے زیر کفالت افراد مثلاً ان کے خاندان کو نصیحت کرنا نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ نہ صرف ان کے منفی رویے سے ان پر زیادہ اثر پڑے گا بلکہ یہ تمام مسلمانوں پر فرض بھی ہے، سنن میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ ابوداؤد، نمبر 2928۔ اگر کسی مسلمان کو دوسرے نظر انداز کر دیں تو بھی انہیں نرمی سے نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے جس کی تائید پختہ دلائل اور علم سے ہوتی ہے۔ جاہلانہ اور برے اخلاق کے ساتھ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا لوگوں کو حق اور صحیح ہدایت سے مزید دور دھکیلتا ہے جس کے نتیجے میں پوری امت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

جب کوئی نیکی کا حکم دے اور برائی سے صحیح طریقے سے روکے تب ہی وہ معاشرے کے منفی اثرات سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔ باب 7 الاعراف، آیت

اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ”  
ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ رب اور شاید وہ اس سے ڈریں۔

لیکن اگر وہ صرف اپنی فکر کریں اور دوسروں کے اعمال کو نظر انداز کریں تو اندیشہ ہے کہ  
دوسروں کے منفی اثرات ان کی گمراہی کا باعث بن سکتے ہیں۔

## سماجی کاری - 7

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4340 میں موجود ایک حدیث میں برائیوں پر اعتراض کرنے کی اہمیت بتائی ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں پر ہر قسم کے اعتراض کرنا فرض ہے۔ ان کی طاقت اور ذرائع کے مطابق برائی کا۔ سب سے کم درجہ، جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، برائی کو دل سے رد کرنا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر برے کاموں کی منظوری ان چیزوں میں سے ایک بدترین چیز ہے جو حرام ہیں۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4345 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص برائی کے وقت حاضر ہو کر اس کی مذمت کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو نہیں کرتا تھا۔ موجودہ لیکن جو غائب تھا اور برائی کو منظور کرتا تھا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس کے ارتکاب کے وقت حاضر اور خاموش تھا۔

برائی پر اعتراض کرنے کے پہلے دو پہلو جن کا ذکر مرکزی حدیث میں زیر بحث آیا ہے وہ جسمانی افعال اور گفتگو سے ہیں۔ یہ صرف اس مسلمان پر فرض ہے جس میں ایسا کرنے کی طاقت ہو، مثال کے طور پر ان کے فعل یا قول سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

نوٹ کرنا ضروری ہے، برائی پر ہاتھ سے اعتراض کرنے کا مطلب لڑائی نہیں ہے۔ اس سے مراد دوسروں کے برے اعمال کو درست کرنا ہے، جیسے کسی کے حقوق کو لوٹانا جس کی غیر قانونی خلاف ورزی کی گئی ہو۔ جو شخص ابھی تک ایسا کرنے کی پوزیشن میں ہو، وہ ایسا کرنے سے باز رہے، سنن ابوداؤد نمبر 4338 میں موجود ایک حدیث میں عذاب کی تنبیہ کی گئی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2191 میں مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ حق بات کہنے میں مخلوق سے نہ ڈریں۔ درحقیقت مخلوق کے خوف کو بری چیزوں پر اعتراض کرنے سے روکنے والے کو وہ شخص قرار دیا گیا ہے جو اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر تنقید کرے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4008 میں موجود ایک حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس سے مراد وہ نہیں ہے جو نقصان کے خوف سے خاموش رہے کیونکہ یہ ایک قابل قبول عذر ہے۔ اس کے بجائے اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کی نظروں میں اس حیثیت کی وجہ سے خاموش رہتا ہے، حالانکہ اگر وہ اس برائی کے خلاف بات کرے تو اسے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

سنن ابوداؤد نمبر 4341 میں موجود حدیث میں بتایا گیا ہے کہ جب دوسرے ان کی حرص کو مانیں، ان کی غلط آراء اور خواہشات کی پیروی کریں اور مادی دنیا کو آخرت پر ترجیح دیں تو انسان اپنے افعال اور گفتگو سے بری چیزوں پر اعتراض کرنا چھوڑ سکتا ہے۔ یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں کہ یہ وقت آ گیا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 105۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔ جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں وہ تمہیں " ...کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے جب کہ تم ہدایت پا چکے ہو

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے زیر کفالت افراد کے حوالے سے اس اہم فریضے کو جاری رکھنا چاہیے کیونکہ سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ ان پر فرض ہے اور ان کے بارے میں جو وہ جسمانی اور زبانی طور پر محسوس کرتے ہیں۔ سے محفوظ، کیونکہ یہ اعلیٰ رویہ ہے۔

جو برائیاں ظاہر ہیں ان پر اعتراض کرنا وہ چیز ہے جو زیر بحث مرکزی حدیث ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسروں کی جاسوسی کریں تاکہ اعتراض کرنے والی بری چیزیں تلاش کریں۔ اس سلسلے میں جاسوسی اور اس سے وابستہ کوئی بھی چیز حرام ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

”...اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو...جاسوسی نہ کرو“

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو برائی پر اعتراضات اسلام کی تعلیمات کے مطابق کرنا چاہیے نہ کہ اپنی خواہشات کے مطابق۔ ایک مسلمان یہ مان سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے کام کر رہے ہیں، جب کہ وہ نہیں ہیں۔ یہ اس وقت ثابت ہوتا ہے جب وہ برائی پر اس طرح اعتراض کرتے ہیں جو اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ درحقیقت جس چیز کو نیکی سمجھا جاتا ہے وہ اس منفی رویہ کی وجہ سے گناہ بھی بن سکتا ہے۔

ایک مسلمان کو برائی پر نرمی سے اعتراض کرنا چاہیے، ترجیحاً نجی طور پر قرآن پاک کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق۔ اسلامی علوم کو سیکھے اور اس پر عمل کیے بغیر اس کا حصول ممکن نہیں۔ ان خصوصیات کا مخالف صرف لوگوں کو خلوص دل سے توبہ کرنے سے دور کرے گا اور دوسروں کو ناراض کرنے کے نتیجے میں مزید گناہوں کا باعث بن سکتا ہے۔ آخر میں، کسی کو صحیح وقت پر برائی پر اعتراض کرنا چاہیے، کیونکہ غلط وقت پر کسی پر تعمیری تنقید کرنا، جیسے کہ جب وہ غصے میں ہوں، ان پر مثبت اثر ڈالنے میں مؤثر ثابت ہونے کا امکان نہیں ہے۔

## سماجی کاری - 8

جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہوگی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن سلوک، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا شامل ہے۔ یہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے کا سبب بنے گا جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہوں۔ اس کا خلاصہ اسلامی علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

اصل حدیث میں لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کو بھی شامل ہے۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حوالے سے واجبات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کر کے دوسرے پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔ وہ اس کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ یعنی جس طرح انسان چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ حسن سلوک کریں، اسی طرح اسے دوسروں سے بھی حسن سلوک کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دوسروں اور ان کے مالوں سے دور نہ رکھے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

صحیح بخاری نمبر 3318 کی ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ تنبیہ فرمائی کہ ایک عورت جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے بلی کے ساتھ بدسلوکی کی جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ اور سنن ابوداؤد نمبر 2550 میں ایک اور حدیث ملتی ہے کہ ایک آدمی کو پیاسے کتے کو کھانا کھلانے کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔ اگر یہ اچھا کردار دکھانے کا نتیجہ ہے اور جانوروں کو برے کردار دکھانے کا نتیجہ ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اور لوگوں

کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ درحقیقت زیر بحث مرکزی حدیث اس نصیحت کے ساتھ ختم ہوتی ہے کہ اچھے کردار کے حامل کو اس مسلمان کی طرح اجر ملے گا جو اللہ تعالیٰ کی مسلسل عبادت کرتا ہے اور باقاعدگی سے روزے رکھتا ہے۔

آخر میں مرکزی حدیث کے مطابق اگر قیامت کے ترازو میں کسی شخص کے حق میں اچھا کردار سب سے بھاری ہو گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے ترازو میں انسان کے حق میں سب سے بھاری چیز بد کردار ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ برے اخلاق، خلوص نیت سے اس کی اطاعت میں ناکامی، اور مخلوق کے ساتھ، ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنے میں ناکامی جیسے کہ کوئی دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔

## سماجی کاری - 9

صحیح بخاری نمبر 6806 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے سات گروہوں کا تذکرہ کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سایہ عطا فرمائے گا۔

یہ سایہ ان کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا جس میں سورج کو تخلیق کے دو میل کے اندر اندر لانے کی وجہ سے ناقابل برداشت گرمی بھی شامل ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

ان گروہوں میں سے ایک عادل حکمران بھی شامل ہے۔ اس میں درحقیقت ہر وہ مسلمان شامل ہے جو اپنے زیر کفالت افراد مثلاً اپنے بچوں پر حاکم اور چرواہے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے خاص طور پر ان کے زیر نگرانی تمام فرائض کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں وہ مسلمان شامل ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں ہے کیونکہ ہر شخص اپنے جسم اور دنیاوی نعمتوں پر حاکم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے جیسے کہ دولت۔ پس جب کوئی شخص اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر عضو اور اعضاء کو استعمال کرتے ہوئے اپنے جسم پر حکمرانی کرتا ہے اور اپنی ہر نعمت کو اس طرح استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو تو وہ بھی عادل حکمران شمار ہوتے ہیں۔ انصاف کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے، چاہے اس سے لوگوں اور ان کے اندرونی شیطان کی ناراضگی ہی کیوں نہ ہو۔ درحقیقت عادل مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق، اپنے حقوق اور اپنے حقوق کی ادائیگی میں جدوجہد کرے۔ لوگوں کے حقوق

قیامت کے دن اگلا سایہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے بات چیت کرتے ہیں، نصیحت

کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔ وہ اپنی محبت کو صرف اپنے الفاظ سے نہیں بلکہ عمل سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ لوگوں سے جو کچھ کرتے ہیں اس کے بدلے میں نہ کبھی کسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور نہ ہی توقع رکھتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتے ہیں۔ یہ اخلاص اسلام کی بنیاد ہے کیونکہ ہر مسلمان کا فیصلہ اس کی نیت کے مطابق کیا جائے گا، نہ صرف اس کے اعمال کے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لوگوں کی بھلائی کے لیے عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا جو ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اخلاص کے ساتھ عمل کرنے سے نہ صرف دونوں جہانوں میں بے شمار اجر حاصل ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک جگہ کو یقینی بناتا ہے جہاں وہ لوگوں کے بجائے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں۔ جب ایک شخص لوگوں میں امید رکھتا ہے تو وہ بالآخر جلد یا بدیر ان سے مایوس ہو جائیں گے جو دشمنی، ٹوٹے ہوئے رشتے، تلخی اور دیگر گناہوں اور منفی خصوصیات کا باعث بنتے ہیں۔

سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنا ایمان کی تکمیل کی ایک شاخ ہے۔ اس لیے کہ محبت کو قابو میں رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ جو بھی اس کو حاصل کر لے گا وہ اسلام کے دوسرے فرائض کو سیدھا آگے پائے گا۔

## سماجی کاری - 10

سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچے مسلمان اور سچے مومن کی نشانیاں بتائی ہیں۔ سچا مسلمان وہ ہے جو دوسروں کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ اس میں درحقیقت تمام لوگ شامل ہیں خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ اس میں ہر قسم کی تقریر اور افعال شامل ہیں جو کسی دوسرے کو نقصان یا تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ اس میں دوسروں کو بہترین مشورہ دینے میں ناکامی بھی شامل ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ دوسروں کے ساتھ خلوص سے متصادم ہے۔ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تلقین کرنا اور گناہوں کی طرف دعوت دینا شامل ہے۔ ایک مسلمان کو اس رویے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ ہر اس شخص کے لیے جوابدہ ہوں گے جو ان کی بری نصیحت پر عمل کرے گا۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس میں دوسرے لوگوں کے کاروبار میں شامل نہ ہونا بھی شامل ہے، کیونکہ یہ اکثر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ ان کی موجودگی اور غیر موجودگی میں مثبت انداز میں بات کرنی چاہیے، جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے بارے میں مثبت بات کریں۔

جسمانی نقصان میں دوسرے لوگوں کی روزی روٹی کے لیے مسائل پیدا کرنا، دھوکہ دہی کا ارتکاب کرنا، دوسروں کو دھوکہ دینا اور جسمانی زیادتی شامل ہے۔ یہ تمام خصوصیات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں اور ان سے بچنا چاہیے۔

زیر بحث اصل حدیث کے مطابق سچا مومن وہ ہے جو دوسروں کی جان و مال سے ان کے نقصان کو دور رکھے۔ ایک بار پھر، یہ تمام لوگوں پر لاگو ہوتا ہے قطع نظر ان کے عقیدے کے۔ اس میں چوری کرنا، غلط استعمال کرنا یا دوسروں کی املاک اور سامان کو نقصان پہنچانا شامل ہے۔ جب بھی کسی کو کسی دوسرے کی جائیداد سونپی جاتی ہے، تو اسے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسے صرف مالک کی اجازت سے اور اس طریقے سے استعمال کریں جو مالک کو خوش اور راضی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 5421 میں موجود حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر لے، چاہے وہ ایک ٹہنی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ درخت، جہنم میں جائے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے عقیدے کے زبانی اعلان کو عمل سے سہارا دے، کیونکہ یہ کسی کے عقیدے کا جسمانی ثبوت ہیں جو دونوں جہانوں میں کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے بارے میں سچے عقیدے کی خصوصیات کو پورا کرنا چاہیے۔ لوگوں کے ساتھ اس کو حاصل کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کیا جائے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں، جو کہ احترام اور امن کے ساتھ ہے۔

## سماجی کاری - 11

صحیح بخاری نمبر 2749 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ اگرچہ ایک مسلمان ان خصلتوں پر عمل کرنے سے اپنا ایمان نہیں کھوئے گا لیکن ان سے بچنا ضروری ہے کیونکہ ایک مسلمان جو منافق کی طرح کام کرتا ہے قیامت کے دن ان کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ بولتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔ یعنی اکثر جھوٹ بولتے ہیں۔ جھوٹ ناقابل قبول ہے چاہے یہ چھوٹا جھوٹ ہو، جسے اکثر سفید جھوٹ کہا جاتا ہے، یا جب کوئی مذاق کے طور پر جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹ کی یہ تمام قسمیں حرام ہیں۔ درحقیقت وہ جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کا مقصد کسی کو دھوکہ دینا نہ ہو، جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود ایک حدیث میں اس پر تین مرتبہ لعنت آئی ہے۔

ایک اور مشہور جھوٹ جو لوگ اکثر یہ مانتے ہوئے بولتے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں ہے جب وہ بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں۔ بلاشبہ یہ حدیث کے مطابق گناہ ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4991 میں ہے۔ بچوں سے جھوٹ بولنا صریح حماقت ہے کیونکہ وہ اس گناہ کی عادت صرف 4991 بڑے سے ہی اپنائیں گے جو ان سے جھوٹ بولے گا۔ اس طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بچوں کا جھوٹ بولنا قابل قبول ہے جب کہ یہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق قابل قبول نہیں ہے۔ صرف انتہائی نایاب اور انتہائی صورتوں میں جھوٹ بولنا قابل قبول ہے، مثال کے طور پر، کسی بے گناہ کی جان کی حفاظت کے لیے جھوٹ بولنا۔

جھوٹ سے بچنا بہت ضروری ہے جیسا کہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ دوسرے گناہوں کا باعث بنتا ہے جیسے کہ لوگوں کی غیبت اور مذاق اڑانا۔ یہ طرز عمل جہنم کے دروازوں کی طرف لے جاتا ہے۔ جب کوئی شخص مسلسل جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اسے بہت بڑا جھوٹا لکھتا ہے۔ یہ پیشین گوئی کرنے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس شخص کے ساتھ کیا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا جھوٹا لکھا ہے۔

تمام مسلمان فرشتوں کی صحبت چاہتے ہیں۔ پھر بھی، جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو وہ اپنی صحبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ درحقیقت جھوٹے کے منہ سے نکلنے والی بدبو فرشتوں کو ان سے ایک میل دور کر دیتی ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1972 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جو جھوٹ بولنے پر اڑے رہتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ان کی نیت کا مفہوم متاثر ہوتا ہے، وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے علاوہ دوسرے کام کرنے لگتے ہیں۔ اس سے دونوں جہانوں میں ثواب کا نقصان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہ ان کے اعمال کو بھی بگاڑ دے گا، کیونکہ جسمانی گناہ اس وقت آسان ہو جاتے ہیں جب کسی کی زبان جھوٹ بولنے کی عادی ہو جائے۔

اصل حدیث میں نفاق کی اگلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی امانتوں میں خیانت کرتے ہیں۔ اس میں وہ تمام امانتیں شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی طرف سے ہیں۔ ہر نعمت اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کی ہے۔ ان امانتوں کو پورا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کو راضی ہو۔ اس پر قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بحث اور وضاحت کی گئی ہے۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ مزید برکات حاصل کریں گے، کیونکہ یہ سچا شکر ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔"

لوگوں کے درمیان اعتماد کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ جسے کسی دوسرے کے سپرد کیا گیا ہو اسے چاہیے کہ اس کا غلط استعمال نہ کرے اور مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرے۔ لوگوں کے درمیان سب سے بڑا اعتماد بات چیت کو خفیہ رکھنا ہے، جب تک کہ دوسروں کو مطلع کرنے میں کوئی واضح فائدہ نہ ہو۔ بدقسمتی سے، مسلمانوں کے درمیان اکثر اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کسی کو اپنے اور لوگوں کے درمیان امانتوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے درمیان موجود امانتوں کے ساتھ سلوک کریں۔

اس کے علاوہ، ان ٹرسٹوں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو کسی کی دیکھ بھال کے تحت ہوتے ہیں، جیسے کہ انحصار کرنے والے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے ان امانتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ مثال کے طور پر، والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھنے، سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں نفاق کی آخری نشانی وعدہ خلافی ہے۔ ایک مسلمان نے سب سے بڑا وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہے، جس پر اتفاق اس وقت ہوا جب کسی نے اسے اپنا رب اور معبود تسلیم کیا۔ اس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا شامل ہے۔

لوگوں کے ساتھ کیے گئے دیگر تمام وعدوں کو بھی پورا کیا جانا چاہیے، جب تک کہ کسی کے پاس کوئی معقول عذر نہ ہو، خاص طور پر جو والدین بچوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ وعدوں کی خلاف ورزی بچوں کو صرف برے کردار کی تعلیم دیتی ہے اور انہیں یہ ماننے کی ترغیب دیتی ہے کہ دھوکے باز ہونا ایک قابل قبول خصوصیت ہے۔ صحیح بخاری نمبر 2227 میں موجود حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ جو اس کے نام پر وعدہ کرے اور پھر بغیر کسی عذر کے اسے توڑ دے وہ اس کے خلاف ہو گا۔ جس کے خلاف اللہ تعالیٰ ہے وہ قیامت کے دن کیسے کامیاب ہو سکتا ہے؟ جہاں ممکن ہو دوسروں کے ساتھ وعدے نہ کرنا ہمیشہ محفوظ ہے۔ لیکن جب کوئی حلال وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کے لیے سخت کوشش کرنی چاہیے۔

## سماجی کاری - 12

جامع ترمذی نمبر 1987 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی۔ یہ بہت ضروری ہے کیونکہ حسن کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اسے سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنانا چاہیے، جو کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اس کے ذریعے کوئی ان کی منفی خصوصیات کو اچھی خصوصیات سے بدل دے گا۔ جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوں، وہ قیامت کے دن پائیں گے کہ ان کی نیکیاں ان کے شکار کو دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو ان کے شکار کے گناہ ان کے سپرد کر دیے جائیں گے۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

### سماجی کاری - 13

صحیح بخاری نمبر 5534 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھے اور برے ساتھی میں فرق بیان فرمایا۔ اچھا ساتھی عطر بیچنے والے کی طرح ہے۔ ان کا ساتھی یا تو کچھ خوشبو حاصل کرے گا یا کم از کم خوشگوار بو سے مثبت طور پر متاثر ہوگا۔ جبکہ برا ساتھی لوہار کی طرح ہوتا ہے، اگر اس کا ساتھی ان کے کپڑے نہیں جلاتا ہے تو وہ یقیناً دھوئیں سے متاثر ہوگا۔

مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ جن لوگوں کے ساتھ جائیں گے ان کا اثر ان پر پڑے گا چاہے یہ اثر مثبت ہو یا منفی، ظاہر ہو یا لطیف۔ کسی کا ساتھ دینا اور ان سے متاثر نہ ہونا ممکن نہیں۔ سنن ابو داؤد نمبر 4833 میں موجود حدیث اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ ایک شخص اپنے ساتھی کے مذہب پر ہے۔ یعنی انسان اپنے ساتھی کی خصوصیات کو اپناتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ صالحین کا ساتھ دیں کیونکہ وہ بلاشبہ ان پر مثبت اثر ڈالیں گے، وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنے کی ترغیب دیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کو۔ جبکہ برے ساتھی یا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ترغیب دیں گے یا وہ ایک مسلمان کو عملی طور پر آخرت کی تیاری کے بجائے مادی دنیا پر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب دیں گے۔ یعنی وہ ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکیں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ رویہ ان کے لیے دونوں جہانوں میں بڑی ندامت کا باعث بنے گا، چاہے وہ چیزیں حلال ہوں لیکن ان کی ضرورت سے زیادہ ہوں، کیونکہ جو نعمتیں کسی کو دی گئی ہیں ان کو باطل یا گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کو بھول جانے کی جڑ ہے۔ باب 20 طہ، آیت 124

اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا، اس کی زندگی تنگدستی سے گزرے گی، اور ہم اسے "قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔"

آخر میں، جیسا کہ ایک شخص آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ختم ہو جائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے، صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود حدیث کے مطابق، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ عملاً صالحین سے اپنی محبت کا اظہار دنیا میں ان کا ساتھ دے کر اور ان کے طرز زندگی اور طرز عمل کو اختیار کرے۔ لیکن اگر وہ برے یا غافل لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں تو یہ ان کے لیے ان کی محبت اور آخرت میں ان کی آخری صحبت کو ثابت اور ظاہر کرتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4031 67 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67 4031

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

## سماجی کاری - 14

صحیح بخاری نمبر 2447 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں میں بدل جائے گا۔

اس سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ جو لوگ اپنے آپ کو اندھیرے میں ڈوبے ہوئے پاتے ہیں ان کے جنت کا راستہ تلاش کرنے کا امکان نہیں ہے۔ صرف وہی لوگ کامیاب ہوں گے جنہیں رہنمائی کی روشنی فراہم کی جائے گی۔ اس لیے جبر کا ارتکاب اس روشنی کو حاصل کرنے سے روک دے گا۔

جبر کئی شکلیں لے سکتا ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا اللہ تعالیٰ کی لامحدود حیثیت پر کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اس سے انسان دونوں جہانوں میں تاریکی میں ڈوب جائے گا۔ سنن ابن ماجہ نمبر 4244 میں موجود ایک حدیث کے مطابق انسان جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے روحانی قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے۔ وہ جتنا زیادہ گناہ کریں گے، اتنا ہی ان کے دل پر اندھیرا چھا جائے گا۔ یہ انہیں اس دنیا میں حقیقی رہنمائی کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے روک دے گا۔ اس کے نتیجے میں، اگلی دنیا میں اندھیروں کا باعث بنے گا۔ باب المطفین، آیت 14 83

"نہیں! بلکہ داغ ان کے دلوں پر چھا گیا ہے جو وہ کما رہے تھے۔"

ظلم کی اگلی قسم وہ ہے جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی امانت کو پورا کرنے میں ناکام ہو کر اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے، ان کے پاس جو دنیاوی نعمتیں ہیں، جیسے کہ اس کے جسم اور مال۔ یہ امانت اس وقت پوری ہوتی ہے جب کوئی شخص اپنی عطا کی گئی ہر نعمت کو

اس طرح استعمال کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے، جو تمام نعمتوں کا خالق اور مالک ہے۔

ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے۔ اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے اس کی حفاظت اور مضبوطی ہونی چاہیے۔ ایمان ایک پودے کی مانند ہے جس کی مسلسل دیکھ بھال اور پرورش اسلامی علم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ اس پودے کی موت کسی کے ایمان کی روشنی کو بجھا دے گی جس کے نتیجے میں وہ دونوں جہانوں میں اندھیروں میں ڈوب جائیں گے۔

ظلم کی آخری قسم وہ ہے جب کوئی دوسرے کے ساتھ بدسلوکی کرے۔ اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ مظلوم ان کو پہلے معاف نہ کر دے۔ چونکہ لوگ اتنے مہربان نہیں ہیں اس لیے ایسا ہونے کا امکان نہیں ہے۔ پھر قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا جہاں ظالم کے اعمال صالحہ اس کے مظلوم کو ملیں گے اور ضرورت پڑنے پر مظلوم کے گناہ مظلوم کو دیے جائیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے سے بچنا چاہیے جیسا کہ وہ لوگ چاہتے ہیں۔

ایک مسلمان کو ہر قسم کے ظلم سے بچنا چاہیے اگر وہ دنیا اور آخرت میں رہنمائی کا خواہاں ہے۔

## سماجی کاری - 15

جامع ترمذی نمبر 2016 میں موجود ایک حدیث میں مؤمنین کی والدہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض اعلیٰ خصوصیات بیان کی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے مشورہ دیا کہ وہ نہ تو فحش ہے اور نہ ہی اونچی آواز میں۔ اس نے کبھی برائی کا جواب برائی سے نہیں دیا بلکہ دوسروں کے عیبوں کو معاف اور نظر انداز کیا۔

سب سے پہلے تو تمام مسلمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ان پر یہ فرض ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کو اپنائیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 31

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور ”تمہارے گناہوں کو بخش دے گا“۔

اور باب 33 الاحزاب، آیت 21

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم ”آخرت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ادب المفرد نمبر 464 میں موجود حدیث کے مطابق مسلمان کو کبھی بھی فحش حرکت یا بات نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اور جیسا

کہ اچھا کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گا، جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث کے مطابق قیامت تک پہنچنے والے کے برے انجام کی پیشین گوئی ایک فحش شخص کی حیثیت سے کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص فحش کلامی کرتا ہے اس کے جہنم میں داخل ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، کیونکہ قیامت کے دن اسے جہنم میں جانے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ سادہ الفاظ میں کہا جائے تو سچا ایمان اور فحاشی کسی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتی۔

ایک مسلمان کو اونچی آواز میں نہیں بولنا چاہیے کیونکہ اس سے دوسروں کی عزت ختم ہو جاتی ہے، خاص کر رشتہ دار۔ اونچی آواز والے اکثر جارحانہ انداز میں آتے ہیں اور دوسروں کو آسانی سے ڈرا سکتے ہیں۔ یہ ایک سچے مسلمان کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت نرم، مہربان اور قابل رسائی ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اسلام کی حقیقی اور پرامن فطرت کو ظاہر کرتا ہے۔ باب 31 لقمان، آیت 19

"اور اپنی آواز کو نیچا کرو۔ بے شک، سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔..."

آخر میں، ایک مسلمان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ غلطیاں کرنے کے پابند ہیں۔ جس طرح کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ دوسروں سے درگزر کرے اور معاف کرے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ دوسروں کو معاف نہ کرنا پھر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھنا حماقت ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر...  
"دے؟"

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دوسروں کو معاف کرنا اور دوسروں پر اندھا اعتماد کرنا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن انہیں اپنے ساتھ زیادتی کرنے والے کے دوبارہ ظلم سے بچنے کے لیے ضروری اقدامات کرنے چاہییں۔ یعنی انہیں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے رویے کو درست کرنا چاہیے تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے سے بچ جائے اور دوسروں کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق برتاؤ کرتے رہیں۔

## سماجی کاری - 16

جامع ترمذی نمبر 2029 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انسان اس وقت زیادہ عزت دار ہو جائے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو معاف کر دے گا۔ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ جو دوسروں کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی عزت لوگوں پر سربلندی کرنے میں نہیں ہے بلکہ یہ رحم کرنے اور معاف کرنے میں مضمر ہے۔ سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی اپنی غلطیوں کے لیے معافی چاہتا ہے تو اسے دوسروں کو معاف کرنا چاہیے۔ لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، لیکن انہیں ضروری اقدامات بھی کرنے چاہییں تاکہ وہ دوبارہ زیادتی کرنے والے کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ یعنی انہیں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے رویے کو درست کرنا چاہیے تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرانے سے بچ جائے اور دوسروں کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق برتاؤ کرتے رہیں۔ دوسروں کو معاف کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کے احترام میں بولی ہو۔

## سماجی کاری - 17

صحیح مسلم نمبر 6548 میں موجود ایک الوبی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دو لوگوں پر سایہ فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ روز محشر

اللہ تعالیٰ ان دونوں لوگوں کو اس دن سایہ عطا فرمائے گا جب سورج کو مخلوق کے دو میل کے فاصلے پر لایا جائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2421 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر لوگ گرمیوں میں سورج کی تپش کا مقابلہ کرنے کے لیے جدوجہد کریں تو کیا قیامت کے دن گرمی کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟

خدائے بزرگ و برتر کے لیے محبت اس قدر ثواب کا باعث بنتی ہے کہ اس جذبے پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ اور جس کو اس پر قابو پانے کی سعادت حاصل ہو گی وہ اسلام کے فرائض سیدھے آگے پورا کرتا ہوا پائے گا۔ ان فرائض میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کا صحیح معنوں میں استعمال کرے گا جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کو ایمان کی تکمیل کا پہلو قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کرنا، دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں دوسروں کے لیے بہتر کی خواہش کرنا شامل ہے۔ یہ عملی طور پر کسی کے اعمال کے ذریعے ظاہر ہونا چاہیے، معنی کے مطابق، دوسروں کی مالی، جذباتی اور جسمانی طور پر مدد کرنا۔ دوسروں کے لیے کیے گئے احسانات کو شمار کرنا نہ صرف انعام کو منسوخ کرتا ہے بلکہ ان کی بے وفائی کو بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ وہ صرف لوگوں سے تعریف اور معاوضے کی دوسری شکلوں کو پسند کرتے ہیں۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

دنیوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کے بارے میں کسی بھی قسم کا منفی احساس، جیسے حسد، اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں سے محبت کرنے کے منافی ہے، اور اس سے بچنا چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی شخص اپنے اندر موجود منفی خصوصیات کو ختم کر کے ان کی جگہ اچھی خصوصیات لے کر قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، اس عمدہ خوبی میں دوسروں کے لیے وہ محبت شامل ہے جو صرف الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال کے ذریعے اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ حقیقت میں سچے مومن ہونے کا ایک پہلو ہے۔ یہ سب سے بہتر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرے جس طرح وہ چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

## سماجی کاری - 18

صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرے گا جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔

اسلام بہت سادہ مذہب ہے۔ اس کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ دوسروں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ مثال کے طور پر جو لوگ دوسروں کی غلطیوں کو درگزر کرنا اور معاف کرنا سیکھتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

جو لوگ فائدہ مند دنیاوی اور دینی معاملات میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں جیسے کہ جذباتی یا مالی امداد اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں ان کی مدد کرے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4893 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی حدیث نصیحت کرتی ہے کہ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپاتا ہے۔

سیدھے الفاظ میں، اگر کوئی اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور احترام سے پیش آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا۔ اور جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی سلوک کرے گا، خواہ وہ اس سے متصل واجبات کو پورا کرتے ہوں، جیسے فرض نماز۔ اس لیے کہ ایک مسلمان کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے دونوں فرائض کو پورا کرنا چاہیے، یعنی اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے لیے فرائض۔

الہی رحمت حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جیسا کہ لوگ چاہتے ہیں۔ یہ تمام لوگوں کے لیے درست ہے، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو، اور درحقیقت تمام مخلوقات پر محیط ہے۔

آخر میں، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے حسن سلوک کیا جائے گا، اگر وہ اس کی خاطر دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ اگر وہ اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو بلاشبہ ان تعلیمات میں مذکور اجر کو ضائع کر دیں گے۔ تمام عبادات اور اسلام کی بنیاد خود انسان کی نیت ہے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 1 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

## سماجی کاری - 19

صحیح بخاری نمبر 6014 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی اس حد تک ترغیب دی گئی کہ آپ کے خیال میں پڑوسی ان کے مسلمان پڑوسی کا وارث بن جائے گا۔

بدقسمتی سے، اس فرض کو اکثر نظرانداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام میں کسی شخص کے پڑوسی میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو مسلمان کے گھر کی طرف ہر سمت چالیس گھروں کے اندر رہتے ہیں۔ اس کی تصدیق امام بخاری کی، ادب المفرد، نمبر 109 میں ہوتی ہے۔

صحیح مسلم نمبر 174 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ، بزرگی اور یوم آخرت پر ایمان کو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے جوڑ دیا ہے۔ پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 119 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جس عورت نے اپنے فرض کو پورا کیا اور بہت زیادہ نفلی عبادت کی وہ جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے اپنی تقریر کے ذریعے اپنے پڑوسیوں سے برا سلوک کیا۔ اگر اپنے پڑوسی کو الفاظ کے ذریعے نقصان پہنچانے والے کا یہی حال ہے تو کیا کوئی اپنے پڑوسی کو جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کی سنگینی کا تصور کر سکتا ہے؟

مسلمان کو اپنے پڑوسی کی طرف سے بدسلوکی پر صبر کرنا چاہیے۔ درحقیقت ایک مسلمان کو ایسے معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ نیکی کا بدلہ اچھائی سے مشکل نہیں ہے۔ اچھا پڑوسی وہ ہے جو نقصان کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہے۔ باب 41 فصیلات، آیت 34

اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو اس [عمل] سے دفع کرو جو بہتر ہے، اس طرح "جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے وہ ایک مخلص دوست ہو۔"

لیکن یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ کسی کو اپنے پڑوسیوں یا دوسروں کو حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے اور جب مناسب ہو اپنا دفاع کرنا چاہئے۔ نظر انداز کرنا اور معاف کرنا معمولی حالات میں لاگو ہوتا ہے جو مستقبل میں ان پر منفی اثر نہیں ڈالے گا، اور نہ ہی اس میں ملوث لوگوں کے درمیان بار بار دوبارہ پیدا ہوگا۔

ایک مسلمان کو اپنے پڑوسی کی جائیداد کی نجی جگہ کا احترام کرنا چاہئے لیکن ساتھ ہی انہیں سلام کرنا چاہئے اور زیادہ دخل اندازی کئے بغیر انہیں مدد کی پیشکش کرنی چاہئے۔ کسی شخص کے لیے جو بھی ذریعہ دستیاب ہو، جیسے کہ مالی یا جذباتی مدد سے ان کی مدد کی جانی چاہیے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں کے عیبوں کو چھپائے جب کہ ان کا کوئی منفی نتیجہ نہ نکلے۔ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو چھپاتا ہے۔ اور جو دوسروں کے عیبوں کو ظاہر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو ظاہر کرے گا اور انہیں سرعام رسوا کرے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4880 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ اپنے پڑوسیوں سے برتاؤ کرنے کی خواہش رکھتا ہے، جس میں مہربانی اور احترام کا اظہار بھی شامل ہے۔

## سماجی کاری - 20

صحیح مسلم نمبر 6551 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ جو مسلمان کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ جنت کے باغ میں ہے یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں کسی بھی بیمار کی عیادت کرنا شامل ہے، خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اگرچہ یہ بلاشبہ ایک عظیم عمل ہے، لیکن ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے اس نیک عمل کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انجام دے۔ اگر وہ کسی اور وجہ سے کرتے ہیں، جیسے لوگوں کو دکھاوے کے لیے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر حاصل نہیں کریں گے۔

اس کے علاوہ انہیں چاہیے کہ وہ بیماروں کی عیادت کے آداب اور شرائط کو پورا کریں، اسلام کی تعلیمات کے مطابق، ان کا ثواب حاصل کرنے کے لیے۔ اس دن اور عمر میں بیماروں اور ان کے اہل خانہ سے پہلے سے رابطہ کرنا آسان ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ مناسب وقت پر ان کی عیادت کریں، کیونکہ ایک بیمار شخص دن بھر آرام کر رہا ہو گا اور اس سے ان کے اہل خانہ کو ہونے والی رکاوٹ کو کم کیا جائے گا۔ انہیں وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے، جس سے بیمار شخص اور ان کے رشتہ داروں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے اعمال اور گفتار پر قابو رکھیں تاکہ وہ ہر قسم کے گناہوں جیسے کہ گپ شپ، غیبت اور دوسروں کی غیبت سے بچیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ بیماروں کو صبر کرنے کی ترغیب دیں اور اس سے وابستہ انعامات پر بحث کریں اور عام طور پر دنیا اور آخرت کے حوالے سے فائدہ مند امور پر گفتگو کریں۔

اگر کسی شخص کو بیمار شخص یا اس کے گھر والوں کی طرف سے کسی دوسرے وقت واپس آنے کا کہا جائے تو مسلمان کو بغیر کسی رنجش کے اسے قبول کرنا چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا حکم دیا ہے۔ باب 24 النور، آیت 28

اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ، تو لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور اللہ ..."

"تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔"

جب کوئی اس طرح کا برتاؤ کرے گا تو اسے وہ ثواب ملے گا جو احادیث نبوی میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر وہ اس میں ناکام رہتے ہیں، تو انہیں یا تو کوئی اجر نہیں ملے گا یا پھر وہ گناہوں سے بچ جائیں گے، اس پر منحصر ہے کہ وہ کیسے سلوک کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اس نیک عمل کو انجام دینے سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن اس کی شرائط کو صحیح طریقے سے پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

## سماجی کاری - 21

سنن ابو داؤد نمبر 4993 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت کی کہ لوگوں کے بارے میں اچھا گمان کرنا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ایک پہلو ہے۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو ہے۔

چیزوں کو منفی انداز میں بیان کرنا اکثر گناہوں کا باعث بنتا ہے، جیسے غیبت اور غیبت۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ جہاں ممکن ہو مثبت انداز میں چیزوں کی تشریح کرے تاکہ شک کا فائدہ دوسروں تک پہنچایا جا سکے۔ بدقسمتی سے، منفی سوچ کو اپنانے سے خاندانی یونٹ سے لے کر قومی سطح تک لوگوں پر اثر پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک قوم کتنی بار ایک مفروضے اور شک پر جنگ میں گئی ہے؟ میڈیا میں پائے جانے والے اسکیٹلز کی اکثریت مفروضوں پر مبنی ہے۔ یہاں تک کہ ایسے قوانین بھی بنائے گئے ہیں جو مفروضوں اور شبہات کے استعمال کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ اکثر ٹوٹتے اور ٹوٹتے والے رشتوں کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ اس ذہنیت کے حامل لوگ ہمیشہ یہ مانتے ہیں کہ دوسرے ان کے الفاظ یا اعمال کے ذریعے ان پر تنقید کر رہے ہیں۔ یہ کسی کو دوسروں سے مشورہ لینے سے روکتا ہے، کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ مشورہ دینے والے کی طرف سے ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور یہ ایک کو مشورہ دینے سے روکتا ہے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ دوسرا شخص ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے گا۔ اور ایک شخص اس منفی ذہنیت کے حامل شخص کو نصیحت کرنے سے گریز کرے گا کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک دلیل کا باعث بنے گا۔ یہ دیگر منفی خصلتوں کی طرف جاتا ہے، جیسے کہ تلخی۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اگر وہ یہ فرض کر لیں کہ کوئی ان پر طنز کر رہا ہے، تب بھی انہیں ان کی نصیحت کو قبول کرنا چاہیے اگر یہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر مبنی ہے۔

چیزوں کی ہمیشہ منفی تشریح کرنا بھی ایک طاقتور دماغی بیماری کو جنم دیتا ہے، یعنی پیراوانیا۔ جو شخص بے حیائی کو اپناتا ہے وہ ہمیشہ دوسروں کو بری چیزوں کا شکوہ کرتا ہے۔ یہ رشتوں کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے، جیسے شادی۔

کوشش کرنی چاہیے کہ جہاں ممکن ہو مثبت انداز میں چیزوں کی تشریح کی جائے، جس سے مثبت ذہنیت جنم لے۔ اور ایک مثبت ذہنیت صحت مند تعلقات، احساسات اور اتحاد کا باعث بنتی ہے۔ جبکہ چیزوں کی ہمیشہ منفی انداز میں تشریح کرنا انسان کو دوسروں کے بارے میں ہمیشہ منفی سوچنے اور عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، چاہے ان کا برتاؤ اچھا ہو۔ یہ صرف انسان کو دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے روکتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

"...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہوتا ہے"

## سماجی کاری - 22

سنن ابو داؤد نمبر 4815 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب لوگ عوام میں ملیں تو عوامی سڑک کے حقوق کو ادا کریں۔

اس حدیث میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور ان چیزوں کی طرف نہ دیکھیں جو ان کے لیے حرام ہیں۔ درحقیقت انسان کو اپنے جسم کے ہر عضو مثلاً زبان اور کان کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہیے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کوئی ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں اگلی چیز جو نصیحت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں۔ اس میں تقریر کی صورت میں دونوں نقصانات شامل ہیں، جیسے کہ بد زبانی اور غیبت کرنا اور جسمانی حرکات سے ہونے والا نقصان۔ درحقیقت کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن اور مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو لوگوں اور ان کے مال سے دور نہ رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے ذرائع کے مطابق عوام میں دوسروں کی مدد کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو کم از کم وہ یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے جسمانی اور زبانی نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ دوسرے کو سلام کا اسلامی سلام واپس کرنا چاہیے۔ اس میں اپنے الفاظ کے ذریعے اسلامی سلام کا آغاز کرنا اور اپنے عمل اور دوسری تقریر میں دوسروں کو امن دکھانا شامل ہے۔ کسی کی باتوں سے دوسروں کو سکون پہنچانا اور پھر ان کے عمل اور دوسری تقریر سے انہیں نقصان پہنچانا خالص منافقت ہے۔

آخر میں، زیر بحث مرکزی حدیث مسلمانوں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2172 کی حدیث میں مذکور تین درجات کے مطابق عمل کیا جائے۔ اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ اسے حدود اسلام کے اندر اپنے عمل سے کیا جائے۔ اگلی سطح یہ ہے کہ اسے اپنے الفاظ کے ساتھ کیا جائے۔ اور سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اسے اپنے دل سے کرنا یعنی چھپ کر کرنا۔ یہ فرض ہمیشہ اسلامی علم کے مطابق اور نرمی سے ادا کرنا چاہیے۔ جہاں ممکن ہو، دوسروں کو شرمندہ کرنے سے بچنے کے لیے اسے نجی طور پر کیا جانا چاہیے، کیونکہ یہ اکثر اچھے مشورے کو مسترد کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ بھی مناسب وقت پر کیا جانا چاہیے، مثال کے طور پر، ناراض شخص کے پرسکون ہونے کے بعد، کیونکہ غلط وقت پر اچھا مشورہ اکثر بے اثر ہوتا ہے۔ اکثر مسلمان صحیح بات کی نصیحت کرتے ہیں لیکن جیسا کہ وہ اسے سختی سے کرتے ہیں، وہ صرف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مزید دور کرتے ہیں۔ اس لیے درست علم کو حسن سلوک کے ساتھ جوڑنا بہت ضروری ہے تاکہ اچھی نصیحت دوسروں پر مثبت انداز میں اثر انداز ہو۔ باب 3 علی عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل میں سخت "ہوتے تو وہ تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے۔"

چونکہ ان خصوصیات کو عوامی طور پر اپنانا اور لاگو کرنا مشکل ہے، اس لیے کسی کو محفوظ آپشن کا انتخاب کرنا چاہیے اور عوام میں دوسروں کے ساتھ میل جول کو کم کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اکثر اچھے سے زیادہ نقصان کا باعث بنتا ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو ان خصوصیات کو اپنانا چاہیے اور تمام لوگوں کے لیے ظاہر کرنا چاہیے، خواہ ان کا مذہب کوئی بھی ہو۔

## سماجی کاری - 23

سنن ابن ماجہ نمبر 4210 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

حسد ایک سنگین اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حسد کرنے والے کا مسئلہ دوسرے انسان سے نہیں ہوتا۔ درحقیقت ان کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کیونکہ اسی نے وہ نعمت عطا فرمائی جس پر رشک کیا جاتا ہے۔ لہذا انسان کی حسد صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار اور انتخاب سے ناراضگی کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلطی کی ہے جب اس نے ان کے بجائے کسی دوسرے شخص کو ایک خاص نعمت مختص کی تھی۔

بعض لوگ حسد کرنے والے سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بلا شبہ گناہ ہے۔ سب سے بری قسم وہ ہے جب حسد کرنے والا مالک سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتا ہے خواہ حسد کرنے والا خود نعمت حاصل نہ کرے۔ حسد تب ہی جائز ہے جب کوئی شخص اپنے جذبات پر عمل نہ کرے، ان کے جذبات کو ناپسند کرے اور اسی طرح کی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کرے بغیر اس کے کہ مالک ان کی نعمتوں سے محروم ہو۔ اگرچہ یہ قسم گناہ نہیں ہے لیکن اگر حسد کسی دنیوی نعمت پر ہو اور دینی نعمت پر ہو تو قابل تعریف ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 کی ایک حدیث میں قابل تعریف قسم کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ پہلا شخص جس پر حلال رشک کیا جا سکتا ہے وہ ہے جو حلال مال حاصل کرے اور خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے طریقوں سے۔ دوسرا وہ شخص جس سے حسد کیا جا سکتا ہے وہ ہے جو اپنے علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرے اور دوسروں کو سکھائے۔

ایک غیرت مند مسلمان کو چاہیے کہ وہ حسد کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک اور حسن سلوک سے اس احساس کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرے، جیسے کہ ان کی خوبیوں کی تعریف

کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا، یہاں تک کہ اس کی حسد ان کے لیے محبت بن جائے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق، انہیں اپنی حسد کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے کبھی نہیں روکنا چاہیے۔

ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے لامحدود علم اور حکمت کے مطابق نعمتیں مختص کرتا ہے۔ یعنی وہ ہر ایک کو وہی دیتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہے۔ باب 2  
:البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس لیے دوسروں سے حسد کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کی رضا کے لیے استعمال کرنے میں مصروف رہنا چاہیے۔ یہ نعمتوں میں اضافے کا باعث بنے گا، کیونکہ یہ رویہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے۔ باب 14 ابراہیم، آیت 7

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ "کروں گا۔

اس کے علاوہ، یہ ذہنی سکون کا باعث بنے گا، جو مستقل حسد کرنے والے کو کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

## سماجی کاری - 24

جامع ترمذی نمبر 1337 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں ملعون ہیں۔

لعنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو ختم کرنا شامل ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو دنیوی اور دینی معاملات میں حقیقی پائیدار امن اور کامیابی ممکن نہیں رہتی۔ جو بھی دنیاوی کامیابی، مثلاً مال رشوت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں بڑی مشکل، تناؤ اور عذاب کا باعث بن جائے گا، بشرطیکہ کوئی سچے دل سے توبہ کرے۔ چونکہ رشوت غیر قانونی ہے، اس لیے کوئی بھی نیکی جس پر اس کا استعمال کیا جائے، رد کر دیا جائے گا اور اسے گناہ کے طور پر درج کیا جائے گا۔ رشوت لینے والا اگر کسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو بھی لوگوں کے خلاف اس کے گناہ انہیں قیامت کے دن تباہی کی طرف لے جائیں گے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر ایمان کے تین پہلوؤں کا صحیح طور پر پورا ہونا ممکن نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا۔

بدقسمتی سے، اس دن اور دور میں رشوت کا بڑا گناہ دنیا کے تمام حصوں میں بہت عام ہو گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک میں یہ کھلے عام اور زیادہ ترقی یافتہ ممالک میں خفیہ طور پر کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، رشوت میں ایک شخص شامل ہوتا ہے جو بااثر لوگوں کو تحفہ پیش کرتا ہے، جیسے کہ جج، کچھ حاصل کرنے کے لیے جو ان کی نہیں ہے۔ صرف اس وقت رشوت کو گناہ کے طور پر درج نہیں کیا جائے گا جب کسی کو اپنی جائیداد کی واپسی کے لیے رشوت دینے پر مجبور کیا جائے۔ اس معاملے میں لعنت ہے رشوت لینے والے پر۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر مسلمان بحیثیت مجموعی رشوت خوری اور دیگر بدعنوانی کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں خود ان سے بچنا چاہیے۔ جب یہ درست رویہ انفرادی سطح پر اپنایا جائے گا تو اس کا اثر سماجی اور سیاسی عہدوں پر فائز افراد پر پڑے گا۔ ان لوگوں کے اس طرح کام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معاشرے کو بذات خود بدعنوانی پر عمل کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن اگر معاشرہ، انفرادی سطح پر، ان طریقوں کو مسترد کرتا ہے، تو کوئی سماجی یا سیاسی اثر و رسوخ رکھنے والا شخص اس طرح سے کام کرنے کی ہمت نہیں کرے گا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ لوگ اس کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔

## سماجی کاری - 25

سنن ابن ماجہ نمبر 4102 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

ایک مسلمان اپنے دنیاوی مال سے بچ کر اور اس کی خواہش کر کے لوگوں کی محبت حاصل کر سکتا ہے۔ حقیقت میں، ایک شخص دوسروں کے ساتھ صرف اس وقت منفی رویہ اختیار کرتا ہے جب وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے فعال طور پر ان کے مال کی خواہش رکھتے ہیں یا جب دوسرے دنیاوی چیزوں کے لیے سرگرمی سے مقابلہ کرتے ہیں جن کی وہ خود خواہش کرتے ہیں۔ مطلب، دوسروں کے ساتھ مسابقت کے ذریعے اپنے پاس موجود چیزوں کو کھونے اور ان چیزوں کو کھونے کا خوف، جو دوسروں کے تنہا منفی جذبات کا باعث بن سکتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس حدیث کے پہلے حصے پر عمل کرنے کے بجائے اپنے آپ کو مشغول کر لے تو یہ اسے ان فاضل دنیاوی چیزوں کے لیے مقابلہ کرنے سے روک دے گا جن کی دوسروں کی خواہش ہوتی ہے، کیونکہ ان خواہشات کی اکثریت غیر ضروری دنیاوی چیزوں کے لیے ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان دوسروں کے نفس اور مال سے اپنے نقصان کو دور رکھے جو کہ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی نشانی ہے تو وہ لوگوں کی محبت بھی حاصل کر لے گا۔

## سماجی کاری - 26

جامع ترمذی نمبر 1993 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص جھگڑنے سے گریز کرے خواہ وہ حق پر ہو، اسے جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر دیا جائے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک سچے مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنی رائے کو فروغ دینے کے لیے بحث و مباحثہ نہ کرے۔ اس کے بجائے انہیں سچائی کو فروغ دینے کے لیے معلومات پیش کرنی چاہیے۔ اس کا اطلاق دنیاوی اور دینی دونوں معاملات پر ہوتا ہے۔ جس کا مقصد حق کو فروغ دینا ہو وہ بحث نہیں کرے گا۔ صرف وہی جو خود کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے برعکس جو بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ دلائل جیتنے سے کسی کے درجے میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ دونوں جہانوں میں کسی کا درجہ صرف اس وقت بڑھتا ہے جب وہ بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اس کے بجائے سچ کو پیش کرتے ہیں یا جب ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو اسے قبول کرتے ہیں۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ بات چیت کرتے وقت دوسروں کے ساتھ آگے پیچھے جانے سے گریز کرے کیونکہ یہ بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ یہی صحیح ذہنیت ہے جس کی طرف باب 16 النحل آیت 125 میں اشارہ کیا گیا ہے

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس ” طریقے سے بحث کرو جو بہترین ہو۔“

ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کا فرض یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کسی چیز کو قبول کرنے پر مجبور کریں۔ ان کا فرض صرف سچ کو پیش کرنا ہے کیونکہ زبردستی بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

"تو یاد دلائیں کہ آپ صرف ایک یاد دہانی ہیں۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

ایک مسلمان کو اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی دباؤ ڈالنا چاہئے اگر دوسرے ان کی رائے سے متفق نہ ہوں۔ جب کوئی ان اختلافات کو برقرار رکھتا ہے، تو وقت گزرنے کے ساتھ یہ ان کے اور دوسروں کے درمیان دشمنی کا سبب بن سکتا ہے، جو ٹوٹنے اور ٹوٹنے والے تعلقات کا باعث بن سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے لوگوں کے ساتھ تعلقات توڑنے کا گناہ بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا اس طرح کے معاملات میں، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ چیزوں کو جانے دیں اور کسی ایسے شخص کے بارے میں منفی جذبات پیدا نہ کریں جو ان کی رائے اور انتخاب سے متفق نہیں ہے۔ اس کے بجائے انہیں اپنے آپ کو اختلاف رائے پر راضی کرنے کے لیے دباؤ ڈالنا چاہیے اور بغیر کسی بیمار جذبات کے صورتحال سے آگے بڑھنا چاہیے۔ ایسا کرنے میں ناکام رہنے والا اپنے آپ کو ہمیشہ دوسروں کے لیے جھگڑا اور دشمنی رکھتا پائے گا کیونکہ وہ اپنی خصوصیات اور ذہنیت کے فرق کی وجہ سے بعض موضوعات اور مسائل پر دوسروں سے اختلاف کرنے کے پابند ہیں۔ اس اصول کو سمجھنا اس دنیا میں امن کی تلاش کا شاخصانہ ہے۔

اسلام کی واضح تعلیمات سے اختلاف کرنے والوں سے بحث نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے بجائے، انہیں انہیں دوست کے طور پر نہیں لینا چاہئے، کیونکہ کوئی ان کے ساتھیوں سے مثبت یا منفی طور پر متاثر ہوگا۔ بلکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے حقوق کو پورا کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ غیر ضروری میل جول سے گریز کرنا چاہیے۔

## سماجی کاری - 27

صحیح مسلم نمبر 290 کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ بدگمانی پھیلانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ وہ ہے جو گپ شب پھیلاتا ہے، چاہے یہ سچ ہو یا نہیں، جو لوگوں کے درمیان مسائل کا باعث بنتا ہے اور رشتوں میں دراڑ اور ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتا ہے۔ یہ ایک خبیث خصلت ہے اور جو لوگ اس طرح کا برتاؤ کرتے ہیں وہ درحقیقت انسان کے شیطان ہیں کیونکہ یہ ذہنیت شیطان کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کے درمیان جدائی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ باب 104 الحمزہ، آیت 1

”ہر غیبت کرنے والے اور بہتان لگانے والے کے لیے ہلاکت ہے۔“

اگر یہ لعنت ان کو گھیرے ہوئے ہے تو اللہ تعالیٰ سے ان کے مسائل حل کرنے اور انہیں نعمتوں سے نوازنے کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟ صرف وہی وقت قابل قبول ہے جب کوئی دوسروں کو خطرے سے خبردار کر رہا ہو۔

ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ کسی افسانہ نگار کی طرف توجہ نہ کرے کیونکہ وہ بدکار لوگ ہیں جن پر بھروسہ یا یقین نہیں کیا جانا چاہیے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا ”  
“نہ ہو کہ تم کسی قوم کو جہالت کی وجہ سے نقصان پہنچا دو۔

:اور باب 24 النور، آیت 12

جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بارے میں اچھا کیوں نہ سمجھا ”  
“اور کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے؟

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ کہانی سنانے والے کو اس بری صفت کو جاری رکھنے سے روکے  
اور انہیں سچے دل سے توبہ کرنے کی تلقین کرے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ  
ایک مسلمان کو اس شخص کے خلاف کوئی بری خواہش نہیں رکھنی چاہیے جس نے ان کے  
:بارے میں یا دوسروں کے بارے میں بُرا کہا ہو۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

“...اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت زیادہ گمان سے بچو۔ بے شک کچھ گمان گناہ ہوتا ہے”

یہی آیت مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ وہ دوسروں کی جاسوسی کر کے کہانی کے علمبردار کو  
:ثابت یا غلط ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ باب 49 الحجرات، آیت 12

“...اور جاسوسی نہ کرو”

بجائے اس کے کہ کہانی بیان کرنے والے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس کی اطلاع کسی دوسرے شخص کو نہ بتائے اور نہ ہی اس کا تذکرہ کرے کیونکہ اس سے وہ بھی کہانی سنانے والا بن جائے گا۔

مسلمانوں کو قصہ گوئی اور افسانہ نگاروں کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ اس وقت تک بھروسہ یا صحبت کے لائق نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو کسی شخص کے ساتھ دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرتا ہے، وہ اس شخص کے بارے میں بھی دوسروں کے ساتھ گپ شپ کرے گا۔

آخر میں، جیسا کہ کہانی سنانے والے نے لوگوں پر ظلم کیا، انہیں اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کے متاثرین انہیں پہلے معاف نہ کر دیں۔ چونکہ لوگ اتنے مہربان اور معاف کرنے والے نہیں ہیں، اس لیے یہ بات اس بات کا باعث بن سکتی ہے کہ کہانی سنانے والا اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو دے دے اور اگر ضرورت ہو تو قیامت کے دن کہانی سنانے والا اپنے متاثرین کے گناہ لے لے گا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ آخر میں، مرکزی حدیث میں جنت سے محروم ہونے کی تنبیہ، قصہ گو کے لیے آسانی سے ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کی شروع کردہ بدنیتی پر مبنی گپ شپ جنگل کی آگ کی طرح آسانی سے پھیل سکتی ہے۔ کمیونٹی اور یہاں تک کہ دنیا، سوشل میڈیا کے ذریعے۔ نتیجتاً، گپ شپ شروع کرنے والا ہر اس شخص کے گناہ میں حصہ دار ہوگا جو اس گپ شپ پر بحث کرتا ہے۔ اور ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہے گا، جب تک ان کی شروع کردہ گپ شپ کا چرچا ہوتا رہے گا۔ اس کی طرف جامع ترمذی نمبر 2674 میں موجود حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

لہذا، کسی کو ہمیشہ دوسروں کے بارے میں گپ شپ کرنے سے گریز کرتے ہوئے اس خطرناک نتائج سے بچنا چاہیے، جیسا کہ وہ دوسروں کے لیے ان کے بارے میں گپ شپ کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ اگر کسی کو دوسروں کے بارے میں بات کرنی چاہیے تو اسے مثبت انداز میں کرنا چاہیے ورنہ خاموش رہنا چاہیے۔

## سماجی کاری - 28

صحیح بخاری نمبر 2409 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ ہر شخص ایک ولی ہے اس لیے اس کی زیر نگرانی چیزوں کا ذمہ دار ہے۔

ایک مسلمان سب سے بڑی چیز جس کا محافظ ہے وہ ان کا ایمان ہے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کریں۔

اس ولایت میں ہر وہ نعمت بھی شامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے، جس میں ظاہری چیزیں شامل ہیں، جیسے مال، اور اندرونی چیزیں، جیسے کہ جسم۔ ایک مسلمان کو ان چیزوں کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کر کے ان کی ذمہ داری پوری کرنی چاہیے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو صرف حلال چیزوں کو دیکھنے کے لیے، اپنی زبان کو صرف حلال اور فائدہ مند الفاظ اور اپنے مال کو فائدہ مند اور نیک طریقوں سے دیکھنے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔

یہ سرپرستی کسی کی زندگی میں دوسروں تک بھی پھیلتی ہے، جیسے رشتہ دار اور دوست۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کو یہ ذمہ داری اپنے حقوق کی ادائیگی کے ذریعے ادا کرنی چاہیے، جیسے کہ ان کو فراہم کرنا اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔ کسی کو دوسروں سے الگ نہیں ہونا چاہیے، خاص کر دنیاوی مسائل میں۔ اس کے بجائے، انہیں اس امید پر ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا جاری رکھنا چاہیے کہ وہ بہتر کے لیے بدل جائیں گے۔ اس سرپرستی میں کسی کے بچے بھی شامل ہیں۔ ایک مسلمان کو مثال کے طور پر رہنمائی کرتے ہوئے ان کی رہنمائی کرنی چاہیے، کیونکہ یہ بچوں کی رہنمائی کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ انہیں

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، اور اپنے بچوں کو بھی ایسا ہی کرنا سکھائیں۔ اس کی جڑ میں اسلامی علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا شامل ہے۔

نتیجہ اخذ کرنا کہ اس حدیث کے مطابق ہر ایک کو کسی نہ کسی قسم کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ علم حاصل کریں اور ان کی تکمیل کے لیے اس پر عمل کریں، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک حصہ ہے، اس لیے قیامت کے دن ان سے سوال کیا جائے گا۔ باب 17 الاسراء، آیت 34

اور [ہر] [عہد کو پورا کرو۔ بیشک عہد ہمیشہ] جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔[...]"

## سماجی کاری - 29

صحیح بخاری نمبر 1240 میں موجود ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق درج کیے ہیں۔

سب سے پہلے، وہ سلام کا جواب دیں، خواہ جواب دینا ان کی خواہشات کے خلاف ہو۔ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی تقریر اور عمل کے ذریعے دوسروں کے ساتھ امن اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عملی طور پر امن کے اسلامی سلام کو پورا کرنا چاہیے۔ کسی کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرنا اور پھر اس کے فعل یا دوسرے الفاظ سے اسے نقصان پہنچانا انتہائی منافقانہ ہے۔ اس کے علاوہ، یہ امن دوسروں کو بھی دکھایا جانا چاہئے جو موجود نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، دو مسلمان جو ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ اپنی بات یا عمل سے بھی دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اسلامی سلام کا صحیح مفہوم یہی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی چیز جس کی نصیحت کی گئی ہے وہ بیمار کی عیادت ہے۔ ایک مسلمان کو بیمار مسلمانوں کی عیادت کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان کی جسمانی اور نفسیاتی مدد ہو۔ تمام بیمار مسلمانوں کی عیادت کرنا مشکل ہوگا لیکن اگر ہر مسلمان کم از کم اپنے بیمار رشتہ داروں کی عیادت کرے تو بیماروں کی اکثریت کو یہ سہارا ملے گا۔ ایک مسلمان کو بیمار شخص اور ان کے گھر والوں سے ملنے سے پہلے ان سے رابطہ کرنا چاہیے تاکہ مناسب وقت کا بندوبست کیا جا سکے۔ ہر قسم کی فضول اور گناہ والی باتوں اور کاموں سے پرہیز کرنا چاہیے، جیسے کہ گپ شپ، ورنہ مسلمان برکت کے بجائے گناہ ہی کمائے گا۔ انہیں زیادہ دیر تک نہیں رہنا چاہئے تاکہ بیمار شخص یا ان کے گھر والوں کو تکلیف نہ ہو۔

اس کے بعد، ایک مسلمان کو، جب ممکن ہو، دوسرے مسلمانوں کے جنازے میں شرکت کرنی چاہیے، کیونکہ ہر شریک میت کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور موت کی یاد دلانے اور اس کے لیے عملی طور پر تیاری کرنے سے فائدہ اٹھاتا ہے، جس میں عطا کی گئی نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا۔ جس طرح کوئی شخص چاہتا ہے کہ

دوسرے ان کے جنازے میں شرکت کریں اور ان کے لیے دعا کریں، انہیں بھی دوسروں کے لیے ایسا کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، جنازے میں شرکت کرنا اس بات کا تعین کرنے کا ایک بہترین طریقہ ہے کہ آیا متوفی کے خاندان کو کسی اور مدد کی ضرورت ہے، جیسے کہ مالی مدد۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے وسائل کے مطابق ان کی مدد کرے جس طرح وہ اپنی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کی مدد کرنے والا اس کی نصرت حاصل کرے گا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

اگلی بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو کھانے اور اجتماعی تقریبات کی دعوت قبول کرنی چاہیے، بشرطیکہ کوئی غیر شرعی یا ناپسندیدہ کام انجام نہ دیا جائے، جو کہ اس زمانے میں بہت کم ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ایسے سماجی پروگراموں میں شرکت کرتے ہیں جہاں غیر قانونی یا ناپسندیدہ چیزیں ہوتی ہیں اور اپنے اعمال کی تائید کے لیے اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے آسمانی تعلیمات کی غلط تشریح نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ صریح گمراہی اور عذاب الہی کی دعوت ہے۔ اجتماعی تقریبات میں شرکت کرنی چاہیے جہاں حلال چیزیں ہوتی ہیں اور فائدہ مند دنیوی اور دینی باتیں ہوتی ہیں۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہوشیار رہنا چاہیے کہ وہ فضول اور برے کاموں اور تقریروں سے اجتناب کریں بصورت دیگر اجتماعیت سے بچنا ان کے لیے بہتر ہے۔

آخر میں، زیر بحث مرکزی حدیث مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے ختم ہوتی ہے کہ چھینک آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے مسلمان کے لیے دعا کریں۔ عام طور پر، یہ انسان کو ہمیشہ دوسروں، خاص طور پر مسلمانوں کے ساتھ مثبت انداز میں سوچنے اور برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں، اس طرح ان سے کسی قسم کی شکرگزاری کی خواہش اور امید نہ رکھیں، جیسا کہ ان کی طرف سے دعا۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ سلوک کریں۔

### سماجی کاری - 30

صحیح مسلم نمبر 6534 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ ایک مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو تین دن سے زیادہ ترک کرے۔

یہ ان لوگوں پر لاگو ہوتا ہے جو دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر چہ کسی کو مذہبی وجہ سے ترک کرنا جائز ہے، لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق اس کے ساتھ تعلق قائم رکھنا اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ جاری رکھنا بہت افضل ہے۔ یہ طرز عمل گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دینے میں ان کو ترک کرنے سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوگا۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ نیکی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرتا رہے اور برے کاموں سے روکتا رہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں کیونکہ اتحاد طاقت کا باعث بنتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بہت کم تھی لیکن جب وہ متحد رہے تو تمام امتوں پر غالب آگئے۔ بدقسمتی سے اس اہم فریضے کو پورا نہ کرنا ایک وجہ ہے کہ مسلمانوں کی عمومی طاقت وقت کے ساتھ ساتھ کمزور ہوتی گئی حالانکہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔

دنیاوی معاملات میں مسلمانوں کو تین دن دیے گئے ہیں جہاں وہ دوسرے مسلمان سے بچ سکتے ہیں۔ اس رعایت کی وجہ یہ ہے کہ غصے پر قابو پانا مشکل ہو سکتا ہے اور اکثر لوگوں کو اس کے حصول کے لیے وقت درکار ہوتا ہے اور دنیاوی مسائل کے ادراک کے لیے وقت درکار ہوتا

ہے کہ تعلقات منقطع ہو جائیں۔ جو لوگ اپنے غصے پر قابو پانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں انہیں اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور جس سے وہ ناراض ہوتے ہیں اس سے بچنا چاہیے، جیسا کہ اکثر غصے میں کوئی ایسی بات کرتا اور کہتا ہے جس سے دونوں جہانوں میں مزید مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام انسانوں کی ذہنیت کے لیے بالکل موزوں ہے اور اسی لیے ضابطہ اخلاق مرتب کرتے وقت اس کو مدنظر رکھتا ہے۔

جو شخص کسی دوسرے مسلمانوں کو دنیاوی مسائل میں تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اسے ڈرنا چاہیے کہ کہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس طرح ترک نہ ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ دوسروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

## سماجی کاری - 31

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 28 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی خصلت کی نصیحت فرمائی جو مسلمان کو جنت کی طرف لے جاتی ہے یعنی انسان کے نقصان کو لوگوں سے دور رکھنا۔ اس کو پورا کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث کے مطابق کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھے، خواہ اس کا مذہب کوئی بھی ہو۔ جو دوسروں کے ساتھ زیادتی کرتا ہے وہ دیکھے گا کہ قیامت کے دن انصاف ہو گا۔ وہ مجبور ہوں گے کہ وہ اپنی نیکیاں اپنے متاثرین کو دیں اور اگر ضرورت پڑے تو ان کے گناہ لے لیں۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اس کے بجائے دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہ یقینی بنائے گا کہ وہ نہ صرف اپنے نقصان کو دوسروں سے دور رکھیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد بھی کریں گے۔

## سماجی کاری - 32

جامع ترمذی نمبر 1921 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو شخص چھوٹوں پر رحم کرنے، بڑوں کا احترام اور حکم دینے میں ناکام رہے تو وہ سچے مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ نیکی اور برائی سے روکنا۔

تمام لوگوں کے ساتھ ان کے عقیدے، عمر یا سماجی حیثیت سے قطع نظر احترام اور مہربانی سے پیش آنا چاہیے۔ درحقیقت، کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اور اس میں بلاشبہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ، کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں اور اپنے مال سے دور نہ رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

نوجوانوں پر رحم کرنے میں ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف رہنمائی کرنا، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ دنیاوی نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

نوجوانوں کو سبق سکھانا مثال کے طور پر رہنمائی کے ذریعے کیا جانا چاہئے، کیونکہ یہ دوسروں خصوصاً نوجوانوں کی رہنمائی کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ انہیں صرف اچھے لوگوں کا ساتھ دینے کی ترغیب دی جانی چاہئے کیونکہ ایک شخص اپنے ساتھیوں کی منفی یا مثبت خصوصیات کو اپناتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آخر میں انہیں یہ بتانا چاہیے کہ اسلام ایک سادہ اور آسان مذہب ہے جو انہیں کافی حلال تفریح کی اجازت دیتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4835 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نوجوانوں پر رحم کرنے سے وہ دوسروں پر بھی رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ دوسروں پر رحم کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم کرتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

بزرگوں کا احترام کرنے میں ان کے ساتھ صبر کرنا اور ان سے بحث نہ کرنا شامل ہے۔ ایک مسلمان بڑوں سے اختلاف کر سکتا ہے لیکن حسن اخلاق اور احترام کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی ہر وقت مدد کی جانی چاہیے جس میں جسمانی، جذباتی اور مالی مدد شامل ہے۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بزرگوں کا احترام کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اجازت دی جائے۔ برائی پر احترام اور حسن سلوک سے اعتراض کرنا چاہئے اور کسی کی عمر کو اس سے باز نہیں آنا چاہئے۔ زیر بحث مرکزی حدیث کے آخری حصے میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، کوئی بزرگوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو جائیں گے تو دوسرے ان کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو اسلامی علم کے مطابق نرمی سے نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔ سختی اکثر لوگوں کو سچائی سے دور دھکیل دیتی ہے۔ جب ممکن ہو، کسی کو ذاتی طور پر دوسروں کو نصیحت کرنی چاہیے، کیونکہ ایسا عوامی طور پر لوگوں کو شرمندہ کر سکتا ہے۔ ایک شرمندہ شخص کے اچھے مشورے پر عمل کرنے کا امکان کم ہوتا ہے۔ ایک مسلمان کو اس فرض کو جاری رکھنا چاہیے خواہ اس سے لوگوں پر کوئی اثر پڑے یا نہ ہو، کیونکہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ انہیں ان کی خلوص نیت اور کوششوں کا صلہ ملے گا۔ کسی کو اپنے زیر کفالت افراد کے سلسلے میں اس فرض سے کبھی دستبردار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان کے زیر کفالت افراد کی رہنمائی کرنا ان کا فرض ہے۔ آخر میں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے مشورے پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرے، ورنہ دوسروں کے لیے ان کی نصیحت بے اثر ہو جائے گی۔

### سماجی کاری - 33

صحیح مسلم نمبر 6593 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت اور غیبت کا مفہوم بیان فرمایا۔

غیبت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی کسی کی غیر موجودگی میں اس طرح تنقید کرے جو اسے ناگوار گزرے، حالانکہ یہ سچ ہے۔ جبکہ غیبت غیبت کے مترادف ہے سوائے اس کے کہ قول صحیح نہیں ہے۔ ان گناہوں میں بنیادی طور پر تقریر شامل ہوتی ہے لیکن اس میں دوسری چیزیں شامل ہو سکتی ہیں، جیسے ہاتھ کے اشارے کا استعمال۔ یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں اور غیبت کو قرآن مجید میں اپنے بھائی کی لاش کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 12:

اور ایک دوسرے کی جاسوسی یا غیبت نہ کریں۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ "...  
"اپنے بھائی کے مرنے پر اس کا گوشت کھائے؟ تم اس سے نفرت کرو گے"

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ گناہ ان اکثر گناہوں سے بھی بدتر ہیں جو انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہونے والے گناہ اس کی طرف سے معاف ہو جاتے ہیں اگر گناہ گار سچے دل سے توبہ کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ غیبت کرنے والے یا بہتان لگانے والے کو اس وقت تک معاف نہیں کرتا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو قیامت کے دن غیبت کرنے والے / بہتان لگانے والے کی نیکیاں ان کے شکار کو بطور معاوضہ دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو انصاف کے قائم ہونے تک مقتول کے گناہ اس کے غیبت کرنے والے کو دئیے جائیں گے۔ یہ غیبت کرنے والے / بہتان لگانے والے کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

غیبت صرف اس وقت جائز ہے جب کوئی دوسرے شخص کو نقصان سے خبردار کر رہا ہو اور اس کی حفاظت کر رہا ہو یا اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے خلاف کسی تیسرے فریق کے ساتھ شکایت حل کر رہا ہو، جیسے کہ قانونی مقدمہ۔

سب سے پہلے ان کبیرہ گناہوں کے برے نتائج کا علم حاصل کر کے غیبت اور غیبت سے بچنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کو صرف وہ الفاظ ادا کرنے چاہئیں جو وہ خوشی سے اس شخص کے سامنے کہے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اسے جارحانہ انداز میں نہیں لیں گے۔ تیسرا یہ کہ ایک مسلمان کو دوسرے کے بارے میں صرف اس صورت میں الفاظ ادا کرنے چاہئیں جب وہ کسی دوسرے کے بارے میں یہ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ کہنے میں کوئی اعتراض نہ کرے۔ مطلب، انہیں دوسروں کے بارے میں بات کرنی چاہئے کہ وہ کس طرح چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں بات کریں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عیوب کو ٹھیک کرنے پر توجہ دے اور جب خلوص نیت سے کرے تو وہ دوسروں کی غیبت اور غیبت سے باز آجائے گا۔

غیبت کرنے والوں اور غیبت کرنے والوں کی صحبت سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ مصیبتیں ڈالنے والے ہیں جو جلد یا بدیر ان کی غیبت یا غیبت کریں گے۔ انہیں نرمی سے دوسروں کو ان کبیرہ گناہوں سے خبردار کرنا چاہیے، جب تک کہ وہ جسمانی نقصان سے محفوظ رہیں۔ انہیں دوسروں کے بارے میں بولی جانے والی گپ شپ پر کبھی یقین نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ گپ شپ کی اکثریت یا تو مکمل طور پر جھوٹی ہوتی ہے یا یہ بہت سے جھوٹ کے ساتھ مل جاتی ہے۔ کسی کو دوسروں کی عزت کا دفاع کرنا چاہیے، جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی غیر موجودگی میں ان کی عزت کا دفاع کریں۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گا۔ جامع ترمذی نمبر 1931 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ دوسروں کے بارے میں جو گپ شپ سنتے ہیں اسے نظر انداز کر دینا چاہیے اور اسے کبھی بھی اپنے رویے پر اثر انداز ہونے نہیں دینا چاہیے۔ اس کے بجائے انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

ایک مسلمان کو اس حقیقت سے کبھی بے وقوف نہیں ہونا چاہیے کہ معاشرے میں دوسروں کی غیبت کرنا اور غیبت کرنا معمول بن چکا ہے۔ دوسروں کے گناہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کسی کے گناہوں کی شدت کو کبھی کم نہیں کر سکتے اور نہ ہی دوسروں کے گناہ گناہوں کو جائز قرار دے

سکتے ہیں۔ یہ ایک احمقانہ رویہ ہے جسے ایک دنیا دار جج بھی قبول نہیں کرے گا، پھر ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے کیسے یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ اسے قبول کرے؟

### سماجی کاری - 34

جامع ترمذی نمبر 1855 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض خصوصیات کی نصیحت فرمائی ہے جو مسلمان کو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔

آخری خصوصیت جس کا ذکر کیا گیا ہے وہ دوسروں تک امن کے اسلامی سلام کو پھیلانا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل اور قول سے سب کو امن دے کر اس نیک عمل کے حقیقی معنی کو پورا کرے۔ کسی کو سلام کا اسلامی سلام پیش کرنا اور پھر کسی کے فعل اور قول سے اسے نقصان پہنچانا منافقت ہے۔

ایک سچے مسلمان اور مومن کو چاہیے کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھے، خواہ وہ کسی بھی عقیدے کا ہو۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس میں دوسروں کی مدد کرنا بھی شامل ہے جیسے کہ جذباتی یا جسمانی مدد۔ اس طرح کا برتاؤ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ملے گی۔ سنن ابن ماجہ، نمبر 225 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرے جیسا کہ وہ اپنے قول و فعل سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے۔

### سماجی کاری - 35

صحیح مسلم نمبر 7432 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو مخلوق سے بے نیاز ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اسباب مثلاً اپنی جسمانی طاقت کو پوری طرح استعمال کرے۔ انہیں سستی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے اور لوگوں سے غیر ضروری چیزوں کی تلاش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ عادت ان پر انحصار کا باعث بنتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل کم ہوجاتا ہے۔ اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، جو کچھ بھی ان کا مقدر ہے وہ زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ان کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6748 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے وسائل جیسے کہ اپنی جسمانی طاقت کو استعمال کرنے پر توجہ دینی چاہیے اور اس بات پر بھروسہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہی عطا کرے گا جو ان کے لیے بہتر ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے، کوئی شخص دوسروں پر غلط طور پر انحصار کر سکتا ہے جب وہ یہ مانے کہ کوئی شخص، جیسا کہ ایک مذہبی اور روحانی استاد، ان کی دعاؤں اور شفاعت سے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ رویہ صرف سستی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، جیسا کہ کسی کا ماننا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق برتاؤ کرنے کے لیے آزاد ہیں اور پھر بھی اپنے روحانی استاد کے ذریعے دونوں جہانوں میں کامیابی حاصل کریں گے۔ ایک مسلمان کو اس گمراہی سے بچنا چاہیے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا چاہیے، جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل کی، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خلوص نیت سے محنت کی۔ ، ان نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اس کی خوشنودی کے طریقوں سے عطا کی گئی تھیں۔ یہی صحیح رویہ ہے جسے اپنانا چاہیے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں آخری خصوصیت گمنام ہونا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلمان کو شہرت یا ناموری حاصل کرنے کے لیے دنیاوی یا دینی معاملات میں کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ یہ رویہ بہت سے گناہوں کا باعث بن سکتا ہے، جیسا کہ دکھاوا، جو کسی کے اجر کو تباہ کرنے کا باعث بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی نمبر 2376 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی گئی ہے کہ شہرت حاصل کرنا دین کے لیے دو بھیڑیوں سے زیادہ تباہ کن ہے جنہیں بکریوں کے ریوڑ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس کے بجائے، ایک مسلمان کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور اگر وہ نمایاں ہو جائیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کو برقرار رکھیں، لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اس کی اطاعت میں کوئی تبدیلی کیے بغیر، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں تباہی کا باعث ہے۔

## سماجی کاری - 36

جامع ترمذی نمبر 2315 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار اس پر لعنت فرمائی جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے۔

حق پر قائم رہتے ہوئے مذاق کرنا گناہ نہیں ہے لیکن مستقل مزاجی سے کرنا مشکل ہے۔ حد سے زیادہ مذاق کرنے والا بالآخر پھسل جائے گا اور ایسے الفاظ کہے گا جو گناہ کے ہیں، جیسے جھوٹ، غیبت یا دوسروں کا مذاق اڑانا۔ لہذا حد سے زیادہ مذاق کرنے سے بچنا زیادہ محفوظ ہے جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1995 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ اس کے علاوہ حد سے زیادہ مذاق کرنے والا خواہ وہ ہمیشہ سچ بولنے اور کسی کی دل آزاری نہ کرنے کا انتظام کرے تو اس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ایک روحانی بیماری جس کے بارے میں سنن ابن ماجہ نمبر 4193 میں موجود حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے، یعنی روحانی طور پر مردہ دل۔ یہ اس شخص کو ہوتا ہے جو بہت زیادہ مذاق کرتا ہے اور ہنستا ہے، کیونکہ یہ ذہنیت اس سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ہمیشہ مضحکہ خیز مسائل پر سوچیں اور ان پر گفتگو کریں اور سنگین مسائل سے گریز کریں۔ موت اور آخرت کی تیاری کا معاملہ سنگین مسائل ہیں اور اگر کوئی ان کے بارے میں سوچنے اور بحث کرنے سے گریز کرے تو وہ ان کے لیے کبھی بھی صحیح طریقے سے تیاری نہیں کر سکتا۔ تیاری کی یہ کمی ان کے روحانی دل کی موت کا سبب بنے گی۔ درحقیقت جو شخص آخرت کے بارے میں جتنی سنجیدگی سے غور کرے گا اتنا ہی کم ہنسے گا اور مذاق کرے گا۔ صحیح بخاری نمبر 6486 کی ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

اکثر مذاق کرنا بھی دوسروں کو ان کے لیے احترام سے محروم کرنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ بہت سے مسائل کا سبب بن سکتا ہے، جیسے کہ جب وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں تو اس کو سنجیدگی سے نہ لینا، چاہے یہ ان کے اپنے بچوں کو ہی کیوں نہ ہو۔

ضرورت سے زیادہ مذاق اکثر لوگوں کے درمیان دشمنی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ کوئی آسانی سے چیزوں کو سنجیدگی سے لے سکتا ہے۔ یہ ٹوٹنے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کی طرف جاتا ہے۔

درحقیقت، بہت سے لوگ لطیفوں کی وجہ سے اکثر جسمانی اور جذباتی طور پر زخمی ہوتے ہیں۔ معاشرے میں لوگوں کے درمیان جھگڑے اور جھگڑے کی اکثریت مذاق سے شروع ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ، مذاق کرتے وقت اونچی آواز میں یا بھرے منہ سے ہنسنے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ اسلام میں یہ ناپسندیدہ ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6092 میں موجود حدیث کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی مسکراہٹ تھی۔

ایک مسلمان کو ہر حال میں جھوٹ بولنے سے گریز کرنا چاہیے یہاں تک کہ مذاق کرتے ہوئے بھی، کیونکہ اس سے وہ جنت کے بیچ میں گھر حاصل کر لے گا۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4800 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو بالکل بھی مذاق نہیں کرنا چاہیے۔ جھوٹ جیسے گناہوں سے بچتے ہوئے وقتاً فوقتاً مذاق کرنا قابل قبول ہے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار مذاق کیا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1990 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ یہ حد سے زیادہ مذاق ہے جو کہ اگر گناہ سے متعلق ہو تو ناپسندیدہ اور گناہ ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے جان بوجھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی روایت کی غلط تشریح کرنا گناہ ہے۔ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی گناہ کے کبھی کبھار ہی مذاق کیا ہو تو مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کے ساتھ خوش مزاج رہنے میں بھی بڑا فرق ہے، جیسے کہ مسکرانا، اور حد سے زیادہ مذاق کرنا۔ امام بخاری کی ادب المفرد نمبر 301 میں موجود ایک حدیث کے مطابق خوش مزاج ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، یہاں تک کہ دوسروں کو راحت کا احساس دلانے کے لیے مسکرانا بھی صدقہ ہے، جامع ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق، نمبر 1970۔ لہذا کسی کو یقین نہیں کرنا چاہیے کہ زیادہ مذاق کرنے سے گریز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو ہمیشہ اداس اور افسردہ موڈ میں رہنا چاہیے۔

### سماجی کاری - 37

صحیح بخاری نمبر 2673 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو شخص دوسروں کا مال ناجائز طور پر ہتھیانے کے لیے جھوٹی گواہی دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ جبکہ وہ ان سے ناراض ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، اس کا اطلاق تمام لوگوں کی ملکیت لینے پر ہوتا ہے، خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ یہی نتیجہ ہو گا اگر کوئی شخص اپنی زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، جیسے فرض نمازوں کی ادائیگی۔ بدقسمتی سے، یہ عام طور پر، خاص طور پر تیسری دنیا کے ممالک میں ہوتا ہے، جہاں مسلمان کسی ایسی چیز کو لینے کے لیے قانونی عدالت میں جھوٹے دعوے دائر کرتے ہیں جو ان کی نہیں ہوتی، جیسے کہ مال اور جائیداد۔ صحیح بخاری نمبر 2654 میں موجود ایک حدیث کے مطابق یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ درحقیقت یہ حدیث جھوٹ کو شرک اور والدین کی نافرمانی کے بعد رکھتی ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی یہی فرمایا ہے۔ باب 22 الحج، آیت 30

”پس بتوں کی ناپاکی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے بچو۔“

سنن ابن ماجہ نمبر 2373 میں موجود ایک حدیث اس شخص کو سخت تنبیہ کرتی ہے جو جھوٹی گواہی سے سچے دل سے توبہ نہیں کرتا۔ اگر وہ توبہ کرنے میں ناکام رہے تو وہ قیامت کے دن اس وقت تک حرکت نہیں کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں نہ بھیج دے۔ درحقیقت جو کوئی ایسی چیز لینے کے لیے جھوٹی گواہی دیتا ہے جس کا انہیں کوئی حق نہیں ہے تو وہ جہنم میں جائے گا خواہ وہ چیز کسی درخت کی ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

جھوٹا گواہ بننا اتنا سنگین گناہ ہے کہ اس میں بہت سے دوسرے بھیانک گناہ شامل ہیں، جیسے جھوٹ بولنا۔ جھوٹا گواہ اس شخص کے خلاف گناہ کرتا ہے جس کے خلاف وہ گواہی دے رہے ہیں۔ یہ گناہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت تک معاف نہیں کیا جائے گا جب تک کہ مقتول انہیں پہلے معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو جھوٹے گواہ کی نیکیاں مقتول کو دی جائیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو قیامت کے دن انصاف قائم کرنے کے لیے مقتول کے گناہ جھوٹے گواہ کو دے دیے جائیں گے۔ یہ جھوٹے گواہ کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔ جھوٹا گواہ بھی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر وہ کسی کی طرف سے گواہی دے تاکہ بعد والا کوئی ایسی چیز لے لے جس کا انہیں کوئی حق نہیں۔ یہ رویہ قرآن پاک کے اس حکم کو واضح طور پر چیلنج کرتا ہے جو مسلمانوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ برائی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کریں بلکہ اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

جھوٹا گواہ کسی ایسی چیز کو استعمال کر کے مزید گناہوں کا ارتکاب بھی کرے گا جو حاصل کرنے کے طریقے کی وجہ سے حرام ہو گیا ہو۔ مثال کے طور پر، اگر کسی شخص نے اس طریقے سے مال حاصل کیا اور پھر اسے صدقہ کیا تو وہ رد کر دیا جائے گا اور گناہ کے طور پر لکھا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف حلال کو قبول کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 2342 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ درحقیقت وہ مال کے ساتھ جو کچھ بھی کریں گے وہ فضل سے خالی اور گناہ ہوگا جیسا کہ یہ ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا تھا۔

تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں چاہے وہ عام روزمرہ کی گفتگو میں ہو یا قانونی عدالت میں حلف کے تحت۔ ہر طرح کا جھوٹ گناہوں کا باعث بنتا ہے جو کہ جہنم میں لے جاتا ہے۔ جو جھوٹ بولتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا جھوٹا لکھے گا۔ یہ جاننے کے لیے کسی عالم کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت کے دن کسی ایسے شخص کے ساتھ کیا ہونے کا امکان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بڑا جھوٹا قرار دیا ہو۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 1971 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

آخر میں، کسی قانونی عدالتی مقدمے کے ذریعے یا کسی اور طریقے سے غیر قانونی طور پر دوسروں کا مال لینے سے گریز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کے کردار سے متصادم ہے۔ سچا مسلمان اور مومن وہی ہے جو لوگوں اور ان کے مالوں سے ان کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ لوگوں اور ان کے مالوں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ اور ان کے اموال سے پیش آئیں۔

## سماجی کاری - 38

جامع ترمذی نمبر 1977 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خصلتوں کو اختیار کرنے سے منع فرمایا جو کسی مومن میں نہیں پائی جاتیں۔

پہلی منفی خصوصیت دوسروں کی عزت کی توہین ہے۔ ایک سچا مومن دوسروں کی عزت کو اپنی تقریر یا جسمانی افعال سے نقصان نہیں پہنچاتا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت کو اسی طرح مقدس بنایا ہے جس طرح ان کی جان و مال کی حرمت ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3933 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جس طرح ایک سچا مومن دوسروں کے نفس یا مال کو نقصان نہیں پہنچاتا اسے دوسروں کی بے عزتی بھی نہیں کرنی چاہیے۔ درحقیقت مومن وہ ہے جو دوسروں کی عزت پامال کے وقت ان کی حفاظت کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ جو شخص دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے بجائے کسی کو دوسروں کے بارے میں اس طرح بات کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں بات کریں اور برتاؤ کریں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ سچا مومن لعنت نہیں کرتا۔ یہ ایک بری عادت ہے جیسا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے دعا کرتا ہے کہ وہ کسی چیز یا کسی سے دور ہو جائے۔ یہ اسلام کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے متصادم ہے۔ درحقیقت جب ان سے مکہ کے غیر مسلموں پر لعنت بھیجنے کی درخواست کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیج کر نہیں بلکہ انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس کی تصدیق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ادب المفرد نمبر 321 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لیے دوسروں سے دور ہونے کی دعا کرتا ہے وہ غالباً ان سے دور ہو جائے گا، جیسا کہ یہ ہے۔ ایک سچے مومن کے رویے سے متصادم ہے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4905 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ لعنت اس کے کہنے والے پر لوٹ آتی ہے، اگر 4905 اس شخص یا چیز پر لعنت بھیجی جائے جس پر وہ لعنت نہ کرے۔ اس کے مستحق ہیں اور زیادہ تر معاملات میں وہ نہیں کرتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو اس گناہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ چیزوں پر لعنت نہ کریں کیونکہ یہ ایک سچے مومن کی

علامت نہیں ہے۔ وہ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سب پر رحمت نازل ہونے کی دعا کریں۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا باعث بنے گا۔ ایک کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا جائے گا کہ وہ دوسروں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ اگر کوئی دوسروں پر لعنت بھیجے تو اس پر لعنت کی جائے گی لیکن اگر وہ دوسروں کے ساتھ رحم کرے تو اس کے ساتھ رحم کیا جائے گا۔ صحیح بخاری نمبر 7376 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی خصوصیت غیر اخلاقی گناہوں کا ارتکاب ہے۔ اس میں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تمام چھوٹے اور بڑے گناہ شامل ہیں، جیسے فرض نماز میں کوتاہی، اور انسان اور دوسروں کے درمیان گناہ، جیسے غیبت۔ یہ گناہ اچھے سلوک کے تسلیم شدہ معیارات کے خلاف ہیں۔ اور یہ ان گناہوں کی طرف بھی اشارہ کر سکتا ہے جو کھلے عام کیے جاتے ہیں۔ یہ خفیہ گناہوں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ یہ دوسروں کو پیروی کرنے اور برے کام کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زبان کے گناہ، جیسے غیبت، زیادہ تر معاشروں میں ایک قابل قبول رواج بن گیا ہے، جیسا کہ اس کا ارتکاب عام طور پر سوشل میڈیا کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ برے کام کرنے والا اپنے گناہوں کا بوجھ خود اٹھائے گا اور ان گناہوں کا بھی جو وہ دوسروں کو کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 203 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اگر حسن سلوک قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گی جس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے تو کوئی اندازہ لگا سکتا ہے۔ بے حیائی کی برائی عام طور پر، بداخلاقی سے منسلک گناہوں کو تمام معاشروں نے ہمیشہ برائی سمجھا ہے۔ انسان کو نہ صرف غیر اخلاقی گناہوں سے پرہیز کرنا چاہیے بلکہ بری صحبت اور ان جگہوں سے بھی بچنا چاہیے جہاں یہ گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ انہیں اس پر ثابت قدم رہنا چاہیے اور دوسروں کو، جیسے کہ ان کے زیر کفالت افراد کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ سچا مومن فاسق نہیں ہوتا۔ یعنی دوسروں کے خلاف گناہ کر کے وہ عملی طور پر بد اخلاقی سے پیش نہیں آتے اور نہ زبان سے بدتمیزی کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ خصلت ان لوگوں میں بہت عام ہو گئی ہے جو ابھی تک دلوں کو صاف کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، خاص طور پر ان کی زبان میں انتہائی گندے ہیں۔ یہ ان کے اس اعلان کی تردید کرتا ہے کیونکہ جو کچھ اندر ہے وہ ظاہری طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 3984 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ آخر میں بدتمیزی سے بچنا بہت ضروری ہے، خاص طور پر بد زبانی، کیونکہ یہ صرف ایک ہی برے لفظ سے قیامت کے دن جہنم میں جانے کا باعث بنتی ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ بد کلامی اکثر برے کاموں کا باعث بنتی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اپنی بات پر قابو رکھے، تاکہ وہ صرف اچھی بات کہے

یا خاموش رہے۔ اپنے اعمال کی حفاظت کریں، تاکہ وہ صرف ان نعمتوں کو استعمال کریں جو انہیں اللہ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔

### سماجی کاری - 39

جامع ترمذی نمبر 2305 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے اختیار کرنے کے لیے چند اہم خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا۔

ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ سچے مومن کی نشانی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار اللہ تعالیٰ پر اعتقاد، برگزیدہ اور یوم آخرت کو پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے جوڑ دیا۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 174 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ صرف یہی حدیث پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے کی سنگینی کی نشاندہی کرنے کے لیے کافی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ادب المفرد نمبر 119 میں موجود ایک حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے کہ جس عورت نے اپنے فرض کو پورا کیا اور بہت زیادہ نفلی عبادت کی وہ جہنم میں جائے گی کیونکہ اس نے اپنی تقریر کے ذریعے اپنے پڑوسیوں سے برا سلوک کیا۔ اگر اپنے پڑوسی کو الفاظ کے ذریعے نقصان پہنچانے والے کا یہ حال ہے تو کیا کوئی اپنے پڑوسی کو جسمانی طور پر نقصان پہنچانے کی سنگینی کا اندازہ لگا سکتا ہے؟ مہربانی میں ان کی مدد کرنا شامل ہے جو اچھے ہیں، کسی کے ذرائع کے مطابق، جیسے مالی، جذباتی اور جسمانی مدد۔ انہیں اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو ان سے دور رکھنا چاہیے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ ہر اس کام سے گریز کرے جو اس کے پڑوسیوں کے لیے خلل اور تکلیف کا باعث ہو مثلاً بلند آواز۔

انہیں صبر کرنا چاہیے اور اپنے پڑوسیوں کو معاف کرنا چاہیے، جب تک کہ وہ حد سے تجاوز نہ کریں، جیسا کہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو اپنے پڑوسی کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ اپنے پڑوسیوں سے برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ ایک سچا مسلمان دوسروں کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اسے عملی طور پر دکھانا ضروری ہے، صرف الفاظ کے ذریعے

اس کا اعلان نہیں کرنا۔ ایک مسلمان کو اپنے ذرائع کے مطابق دوسروں کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسے جذباتی اور جسمانی مدد، جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی مدد کریں۔ اس سے انہیں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہوگی۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 225 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جس طرح ایک شخص دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں کامیابی کا خواہش مند ہوتا ہے، اسی طرح اس کے حصول میں بھی عملی طور پر دوسروں کی مدد کرنی چاہیے۔ اسی طرح ایک مسلمان یہ چاہتا ہے کہ اس کا نفس اور مال دوسروں کی زبانی اور جسمانی اذیت سے محفوظ رہے جو کہ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔ اسی طرح اس طرح کا برتاؤ بہت سی منفی خصوصیات جیسے حسد، دشمنی اور کینہ کو ختم کر دیتا ہے اور انسان کو مثبت خصوصیات جیسے نرمی، ہمدردی اور رواداری کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔

## سماجی کاری - 40

جامع ترمذی نمبر 2406 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتایا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اپنی بات پر قابو پالیں۔ ایک مسلمان کو برے کلام سے بچنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن انہیں جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ جامع ترمذی کی حدیث نمبر 2314 میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ فضول اور فضول باتوں سے اجتناب کرے کیونکہ یہ اکثر بد کلامی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے اور اس سے انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے جس پر ان کے لیے بہت افسوس ہوگا۔ روز محشر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ جب کوئی ایسا سلوک کرتا ہے تو اس کی خاموشی بھی نیکی میں شمار ہوتی ہے۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ آدمی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلے۔ اس طرز عمل سے وقت ضائع ہوتا ہے اور زبانی اور جسمانی دونوں گناہ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی سچے دل سے غور کرے تو وہ سمجھے گا کہ ان کے زیادہ تر گناہوں اور مسائل کا سامنا دوسروں کے ساتھ غیر ضروری طور پر میل جول کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہمیشہ دوسروں کی غلطی تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر ضروری طور پر اپنا گھر چھوڑنے سے گریز کرے تو وہ کم گناہ کرے گا اور کم پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کرے گا۔ اس سے ان کا مفید علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا وقت بھی نکل جائے گا، جیسا کہ اسلامی علم، جو کسی کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں فائدہ مند ہے۔ اجتماعیت غیر ضروری طور پر وقت کی انوکھی نعمت کو ضائع کر دیتی ہے، جو گزر جانے کے بعد واپس نہیں آتی۔ جن لوگوں نے فضول اور گناہ کے کاموں میں اپنا وقت ضائع کیا انہیں اس دنیا میں تناؤ اور قیامت کے دن بڑے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا، خاص طور پر جب وہ اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنے والوں کے اجر کا مشاہدہ کریں گے۔ اس کے علاوہ، غیر ضروری طور پر اجتماعیت بھی انسان کو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی سے روکتی ہے۔ یہ خود کی عکاسی کے اہم کام سے بھی روکتا ہے۔ اس کی ضرورت اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ہے کہ کوئی شخص زندگی میں صحیح سمت میں جا رہا ہے اور آیا وہ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کر رہا ہے

یا نہیں۔ خود غور و فکر کی کمی ایک بے مقصد زندگی کی طرف لے جاتی ہے جس کے تحت انسان کو اپنی دنیوی یا مذہبی زندگی میں کوئی ٹھوس سمت نہیں ہوتی۔ ضرورت سے زیادہ سماجی ہونا بھی انسان کو لوگوں پر انحصار کرنے اور چپکے رہنے کی ترغیب دیتا ہے، اور یہ ہمیشہ جذباتی، ذہنی اور سماجی مسائل کا باعث بنتا ہے، کیونکہ کسی کی پوری زندگی، ان کی خوشی اور غم، سب کچھ لوگوں اور ان کے رشتوں کے گرد گھومتا ہے۔ ان تمام منفی اثرات سے ان تمام منفی اثرات سے بچایا جا سکتا ہے جب یہ ضروری ہو تو صرف سوشلائز کر کے۔

## سماجی کاری - 41

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2520 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش نصیب شخص کی خصوصیات بتائی ہیں۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں جو آخری خصوصیت بیان کی گئی ہے وہ الفاظ کی زیادتی کو روکنا ہے۔ برے الفاظ سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیے۔ فضول اور فضول الفاظ سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ یہ اکثر برے الفاظ کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ، کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان کو جن مسائل، مشکلات اور دلائل کا سامنا ہوتا ہے، ان کی اکثریت غیر ضروری الفاظ اور گفتگو کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لہذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، جس کی نصیحت صحیح مسلم نمبر 176 میں موجود حدیث میں آئی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 114

ان کی زیادہ تر نجی گفتگو میں کوئی بھلائی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو صدقہ کرنے کا " حکم دیتے ہیں یا جو حق ہے یا لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہیں۔ اور جس نے یہ کام اللہ کی رضامندی کے لیے کیا تو ہم اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔

## سماجی کاری - 42

امام منذری کی بیداری اور اندیشہ نمبر 2556 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل صفات کے حامل کو بشارت دی ہے۔

ان خصوصیات میں سے ایک میں علماء اور دانشمندوں کے ساتھ میل جول شامل ہے۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ اپنے ساتھیوں کا انتخاب سمجھداری سے کرنا چاہیے کیونکہ وہ بلا شبہ اپنے ساتھیوں کی خصوصیات کو اپنائیں گے خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ جب کوئی نیک لوگوں کے ساتھ اور ان کے نقش قدم پر چلے گا تو وہ نہ صرف پاکیزہ خصلتوں کو اپنائے گا بلکہ اس سے ان کی محبت کا ثبوت ملے گا۔ اور اس کی وجہ سے وہ آخرت میں صالحین کے ساتھ ختم ہو جائیں گے۔ صحیح بخاری نمبر 3688 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اگر کوئی دیانتداری سے غور کرے تو سمجھ جائے گا کہ ان کو جن مشکلات، مسائل اور دلائل کا سامنا کرنا پڑا ہے ان میں سے زیادہ تر اجتماعیت کا نتیجہ ہے۔ ان مسائل کو کافی حد تک کم کیا جا سکتا ہے جب کوئی صحیح لوگوں کے ساتھ مل جائے۔ درحقیقت، صالحین کے ساتھ میل جول ایک صحیح رویہ اور طرز عمل اختیار کرنے میں مدد کرے گا تاکہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون حاصل کریں۔ ایک مسلمان کو صالح اور عقلمندوں کا ساتھ دینا چاہیے ورنہ خلوت کی تلاش کرنی چاہیے، کیونکہ خاص طور پر اس دن اور دور میں حفاظت اسی میں مضمر ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ عوامی اعلیٰ کردار کا حامل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مسلمان تمام لوگوں کے لیے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کرتا ہے خواہ ان کا عقیدہ کچھ بھی ہو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی مسلمان اور مومن وہی ہے جو کسی شخص اور اس کے مال سے ان کی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ وہ دوسروں کے لیے وہی چاہنے کی اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہیں جو وہ اپنے لیے چاہتے ہیں، نہ کہ صرف الفاظ سے، کیونکہ اس کا عملی نفاذ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ جامع ترمذی، نمبر 2515 میں حدیث پائی جاتی ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نیک عمل کرتے ہیں، جیسا کہ آخری خصلت میں بیان کیا گیا ہے، بلکہ مخلوق کے لیے اعلیٰ کردار بھی ظاہر کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایک سچا مومن ایمان کے دونوں حصوں کو پورا کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مخلوق کے ساتھ حسن

سلوک۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھے کردار کو ظاہر کرنے میں ناکام رہتا ہے، جس میں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا شامل ہے جو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتا ہے، وہ قیامت کے دن اپنے اچھے اعمال کو ان لوگوں کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا جن پر انہوں نے ظلم کیا تھا اور اگر ضروری ہوا تو ان لوگوں کے گناہوں کو لے لیں گے جن پر انہوں نے ظلم کیا۔ یہ ان کو جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

زیر بحث مرکزی حدیث میں اگلی خصوصیت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ برے لوگوں کے شر سے بچنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اچھی چیزوں میں دوسروں کی مدد کرنے کا اہم فریضہ پورا کرتے ہیں اور برے کاموں میں ان کی مدد کرنے سے انکار کرتے ہیں، اس بات سے قطع نظر کہ اس چیز میں کون حصہ لے رہا ہے یا اسے منظم کر رہا ہے۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان دوسروں کی مدد کرنے یا نہ کرنے کا انتخاب کرتے ہوئے اس اہم فریضے میں ناکام ہو جاتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں، اس بات پر انحصار کرتے ہوئے کہ کون کچھ کر رہا ہے۔ اس نے علماء اور اسلامی اداروں کو بھی متاثر کیا ہے، جو اکثر صرف ان لوگوں کی حمایت کرتے ہیں جن کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ اگر مسلمان سماجی طاقت کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور صالح پیش روؤں پر اثر انداز ہونا چاہتے ہیں تو اس میں تبدیلی آنی چاہیے، جیسا کہ انہوں نے ہمیشہ اس فرض کو پورا کیا، خواہ لوگ اچھی چیز کو منظم کر رہے ہوں یا اس کی قیادت کر رہے ہوں۔ آخر میں حدیث کا یہ حصہ برے ساتھیوں اور گناہوں سے زیادہ وابستہ مقامات کے خلاف بھی تنبیہ کرتا ہے۔ برے ساتھی صرف برے خصلتوں کو اپنانے اور اندھی وفاداری پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، جو اکثر برے کاموں کی حمایت اور حصہ لینے کی ترغیب دیتا ہے۔

## سماجی کرنا - 43

صحیح بخاری نمبر 6133 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کسی چیز یا کسی سے دو بار بیوقوف نہیں بنتا۔ اس میں گناہوں کا ارتکاب بھی شامل ہے۔ ایک سچا مومن گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ نہیں ہے۔ لیکن جب وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں تو وہ اپنی غلطی کو نہیں دہراتے ہیں اور اس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کر کے سیکھتے ہیں اور بہتر کے لیے بدلتے ہیں۔ سچی توبہ میں پچھتاوا محسوس کرنا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا، اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے، جب تک کہ اس سے مزید مسائل پیدا نہ ہوں، دوبارہ وہی یا اس سے ملتا جلتا گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرنا اور کسی ایسے حقوق کی تلافی کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے احترام میں خلاف ورزی کی گئی ہے۔

ایک سچا مومن لوگوں پر اندھا اعتماد نہیں کرتا جس سے ان کے ساتھ ظلم ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ کسی کی طرف سے بے وقوف بنائے جاتے ہیں، تو انہیں نظر انداز کرنا: چاہئے اور معاف کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ان کی بخشش کا باعث بنتا ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

لیکن انہیں مستقبل میں اس شخص کے ساتھ معاملہ کرتے وقت احتیاط سے چلتے ہوئے اپنے رویے کو بھی بدلنا چاہیے، اس طرح اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ دوبارہ بے وقوف نہ بنیں۔ دوسروں کو معاف کرنے اور ان پر اندھا بھروسہ کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے، خاص طور پر جب وہ کسی پر ظلم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، اس حدیث کا اطلاق زندگی کے ہر پہلو پر ہوتا ہے، کیونکہ ایک حقیقی مومن وہی ہے جو اپنے تجربات اور علم سے مسلسل سیکھتا ہے تاکہ اس میں بہتری لائی جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بڑھا کر اس کی اطاعت میں اضافہ کرے۔ حکم، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا۔ اس سے وہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں گے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔

آخر میں، مرکزی حدیث معاف کرنے اور بھول جانے کے غلط تصور کو ختم کرتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، دوسروں کو معاف کرنا اسلام کا ایک اہم حصہ ہے لیکن بھول جانا لوگوں کے لیے دوبارہ غلط کرنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ انسان اپنی یادوں کو مٹا نہیں سکتا اور نہ ہی مٹا سکتا ہے۔ اس کے بجائے، دوسروں کو معاف کرنا چاہیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، لیکن لوگوں کے ساتھ معاملہ کرتے وقت احتیاط سے چلنا چاہیے، خاص طور پر ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ماضی میں ان پر ظلم کیا ہے، تاکہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے نہ جائے۔

## سماجی کرنا - 44

جامع ترمذی نمبر 1660 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نیک ترین لوگوں کا ذکر فرمایا۔

مرکزی حدیث میں زیر بحث دوسرا شخص وہ ہے جو اس طرح اپنے آپ کو معاشرے سے الگ رکھتا ہے، لوگوں سے اپنی برائیوں کو دور رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہتا ہے۔ کسی مسلمان کو اس طرح کا برتاؤ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر وہ کفیل ہوں، کیونکہ ان کو نظر انداز کرنا گناہ ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 1692 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ، لوگوں کو ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے ان سے بچنا نہیں چاہیے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی برائی کو لوگوں سے دور رکھنے کے لیے ایسا کرے۔ جیسا کہ سابقہ رویہ فخر کا باعث بن سکتا ہے، جہاں ایک شخص یہ ماننا شروع کر دیتا ہے کہ وہ نیک ہیں جبکہ باقی سب گنہگار ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ایک ایٹم کا فخر کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لوگوں کے ساتھ میل جول کم کرنے سے بڑی بھلائی ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کے اپنے قول و فعل سے گناہوں کے مرتکب ہونے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت سے دلائل، مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنے سے روکتا ہے، جو بنیادی طور پر غیر ضروری طور پر سماجی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں پر زیادہ توجہ مرکوز کرنے کے لیے ان کا وقت خالی کر دے گا۔ اس سے انہیں اسلامی علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے زیادہ وقت ملتا ہے، جو دونوں جہانوں میں حقیقی اور دیرپا کامیابی کا باعث بنتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ بات چیت کر کے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں لیکن اس دن اور دور میں، غیر ضروری طور پر سماجی ہونے سے بچنا زیادہ محفوظ ہے۔

## سماجی کاری - 45

صحیح بخاری نمبر 6853 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات سے بدلہ نہیں لیا بلکہ معاف کر دیا اور نظر انداز کیا۔

مسلمانوں کو مناسب اور معقول طریقے سے اپنا دفاع کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب ان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں بچا ہے۔ لیکن انہیں کبھی بھی لائن سے اوپر نہیں جانا چاہئے کیونکہ یہ ایک گناہ ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 190

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں لیکن زیادتی نہیں کرتے۔ بے شک اللہ حد "سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

چونکہ نشان پر قدم رکھنے سے بچنا مشکل ہے، لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لے، دوسروں کو نظر انداز کرے اور معاف کر دے کیونکہ یہ نہ صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی بھی کرتی ہے۔ ، ان کے گناہوں کو معاف کرنا۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟

دوسروں کو معاف کرنا دوسروں کے کردار کو مثبت انداز میں بدلنے میں بھی زیادہ موثر ہے، جو کہ اسلام کا مقصد ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ بدلہ لینے سے ملوث افراد کے درمیان مزید دشمنی اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔

جو لوگ دوسروں کو معاف نہ کرنے کی بری عادت رکھتے ہیں اور معمولی باتوں پر بھی ہمیشہ رنجشوں میں مبتلا رہتے ہیں، وہ اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے عیبوں کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ان کے ہر چھوٹے گناہ کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چیزوں کو جانے دینا سیکھنا چاہئے کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں بخشش کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ، ذہنی سکون اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب کوئی شخص ہر اس چھوٹے سے مسئلے کو پکڑنے کی عادت اپنا لیتا ہے جو اسے پریشان کرتا ہے۔ لہذا، دوسروں کو نظر انداز کرنا اور معاف کرنا سیکھنا چھوٹے موٹے مسائل کو چھوڑنے میں مدد کرتا ہے، جس کے نتیجے میں انہیں ذہنی سکون حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

آخر میں، اہم حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب دوسرے لوگ لائن کو عبور کریں تو کسی کو اپنا دفاع نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ اس کے علاوہ، یہاں تک کہ جب کوئی دوسروں کو معاف کرتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان پر اندھا اعتماد کریں یا ان کے ساتھ ہمیشہ کی طرح سماجی تعلقات جاری رکھیں۔ اس سے ان کے دوبارہ غلط ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں کو معاف کرنا چاہیے، اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، اور ماضی میں ان لوگوں کے ساتھ پیش آنا چاہیے جنہوں نے ان پر ظلم کیا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ تاریخ اپنے آپ کو نہ دہرائے اور وہ دونوں جہانوں میں برکتیں اور انعامات حاصل کریں۔

## سماجی کاری - 46

سنن ابو داؤد نمبر 4860 میں موجود ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دوسروں کے بارے میں منفی بات کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں برے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ خاندان، خاص طور پر ایشیائی کمیونٹی سے، وقت کے ساتھ ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ خاندان کے ارکان، جیسے والدین کی سب سے بڑی شکایت ہے۔ وہ حیران ہیں کہ ان کے بچے کیوں الگ ہو گئے ہیں حالانکہ وہ کبھی مضبوطی سے ایک ساتھ تھے۔

رشتہ داروں کے درمیان تعلقات کے ٹوٹنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ کسی نے ان کے رشتہ دار کے بارے میں منفی بات کی ہے۔ یہ اکثر خاندان کے کسی فرد کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک ماں اپنے دوسرے بچے سے اپنے بیٹے کے بارے میں منفی بات کرے گی۔ یہ دونوں رشتہ داروں کے درمیان دشمنی کا باعث بنتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ دونوں کے درمیان دراڑ پیدا کر دیتا ہے۔ جو کبھی ایک شخص کی طرح تھے وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی بن جاتے ہیں۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ لوگ فرشتے نہیں ہیں۔ بہت کم لوگوں کو چھوڑ کر، جب کسی شخص سے کسی دوسرے کے بارے میں کوئی منفی بات کہی جائے تو وہ اس سے متاثر ہو جائیں گے، خواہ وہ یہ نہ چاہتے ہوں۔ یہ دشمنی تب بھی ہوتی ہے جب کہ ابتدائی شخص جس نے کسی کے رشتہ دار کے بارے میں منفی بات کی ہو وہ رشتہ داروں کے درمیان پھر پیدا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ کچھ اکثر عادت سے ہٹ کر اس طرح کام کرتے ہیں اور تعلقات کو خراب کرنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اکثر یہ عادت اپناتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے بچوں کے رشتے ٹوٹنے یا ٹوٹنے کی خواہش نہیں رکھتے۔

یہ رویہ لوگوں کی ذہنیت پر اتنا گہرا اثر ڈالتا ہے کہ اس سے ان رشتہ داروں پر بھی اثر پڑتا ہے جو ایک دوسرے کو بہت کم دیکھتے یا بات کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، کوئی شخص اپنے رشتہ دار کے بارے میں منفی باتوں کا تذکرہ کرے گا، حالانکہ اس کا رشتہ دار بھی ان جیسے ملک میں نہیں رہتا۔ یہ رویہ ان کے دل میں دشمنی کو پیوست کر دیتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے دور کے رشتہ دار کو ناپسند کرتے ہیں، حالانکہ وہ انہیں بمشکل جانتے ہیں۔

یہ مسئلہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب دو افراد دوسرے لوگوں کے سامنے دوسروں کے بارے میں منفی باتوں پر بحث کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اپنے بچوں کے سامنے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں منفی باتیں کر سکتے ہیں۔ اگرچہ، وہ اپنے بچوں کو براہ راست نہیں بتا رہے ہیں، کوئی بھی کم نہیں یہ اب بھی ان کے دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے واقعی غور کرے تو وہ سمجھ جائے گا کہ دوسروں کے تئیں ان کے بیمار جذبات کی اکثریت اس شخص کے کیے یا ان سے براہ راست کہنے کی وجہ سے نہیں تھی۔ زیادہ تر معاملات میں، یہ کسی تیسرے فریق کی وجہ سے ہوا ہے، جس نے ان سے اس شخص کے بارے میں کسی منفی بات کا ذکر کیا۔

ایسے معاملات میں جہاں کوئی دوسرے کو کسی خطرے سے خبردار کرنے کی کوشش کر رہا ہو، تو کسی دوسرے شخص کا منفی انداز میں ذکر کرنا بالکل قابل قبول ہے۔ اگر کوئی دوسرے کو سبق سکھانے کی کوشش کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں اور اس شخص کا نام لیے بغیر منفی بات کا ذکر کریں۔ اس خوبصورت ذہنیت کی ایک مثال صحیح بخاری نمبر 6979 میں موجود حدیث میں موجود ہے۔ کسی شخص کا نام لیے بغیر کسی منفی بات کا ذکر کرنا کسی کو سبق سکھانے کے لیے کافی ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کو اپنے رشتہ داروں یا دوسروں کے بارے میں، نجی یا عوامی طور پر منفی بات کرنے سے پہلے گہرائی سے غور کرنا چاہیے۔ دوسری صورت میں، وہ اچھی طرح سے تلاش کر سکتے ہیں، جیسے جیسے وقت گزرتا ہے، ان کے خاندان اور دوست ایک دوسرے سے الگ اور جذباتی طور پر دور ہو جاتے ہیں

جو شخص دوسروں کے بارے میں منفی باتیں سنتا ہے اسے چاہیے کہ وہ بولنے والے کو غیبت سے باز رہنے کی تلقین کرے اور اپنے اعمال کے نتائج ان کے سامنے بیان کرے۔ انہیں کسی شخص کے بارے میں کہی گئی منفی باتوں پر توجہ مرکوز کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس کے بجائے یاد رکھیں کہ ایک منفی خصوصیت کسی شخص کے پورے کردار کی وضاحت نہیں کرتی۔ انہیں چاہیے کہ جس شخص کے بارے میں منفی باتیں سنیں اس کے ساتھ اچھے کردار کا مظاہرہ کرتے رہیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کریں۔ سیدھے الفاظ میں، کسی کو لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح برتاؤ کرنے سے دوسروں کے بارے میں منفی باتیں کرنے والوں کی وجہ سے دل پر پڑنے والے منفی اثرات کو کم کیا جائے گا۔

## سماجی کاری - 47

جامع ترمذی نمبر 2701 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

یہ ایک اہم خصوصیت ہے جسے تمام مسلمانوں کو اپنانا چاہیے۔ اسے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں استعمال کیا جانا چاہیے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ نرم مزاجی سے خود مسلمانوں کو کسی اور سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکتیں اور اجر و ثواب حاصل کریں گے اور گناہوں کی مقدار کو کم کریں گے، کیونکہ ایک شریف آدمی اپنے قول و فعل سے گناہوں کا امکان کم رکھتا ہے، بلکہ اس سے انہیں دنیاوی معاملات میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، جو شخص اپنے شریک حیات کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے وہ بدلے میں زیادہ پیار اور عزت حاصل کرے گا اگر وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ جب بچوں کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کیا جاتا ہے تو بچے اپنے والدین کی فرمانبرداری اور احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ کام پر موجود ساتھی اس کی مدد کرنے کا زیادہ امکان رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے۔ مثالیں لامتناہی ہیں۔ صرف انتہائی شاذ و نادر ہی صورتوں میں سخت رویہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، نرم رویہ سخت رویہ سے کہیں زیادہ موثر ہوگا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی بھی بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کی نرمی کو خاص طور پر اجاگر کیا ہے، کیونکہ یہ ایک اہم جز ہے جو دوسروں کو مثبت انداز میں متاثر کرنے کے لیے ضروری ہے۔ باب 3 آل عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل میں سخت "بوتے تو وہ تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے۔"

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی وہ جس شخص سے بات کرتے ہیں وہ فرعون سے بدتر ہو گا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم دیا تھا فرعون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ باب 20 طہ، آیت 44

اور اس سے نرمی سے بات کرو شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈرے۔“

سختی صرف لوگوں کو اسلام سے دور کرتی ہے اور دوسروں کو یہ ماننے کا باعث بنتی ہے کہ یہ ایک سخت اور خام مذہب ہے۔ اسلام کو اس طرح غلط بیان کرنا ایک سنگین جرم ہے جس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ تمام معاملات میں نرمی اختیار کرے کیونکہ اس سے بہت زیادہ ثواب ملتا ہے اور دوسروں جیسے کہ اپنے گھر والوں پر مثبت اثر پڑتا ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ بنیادی حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب کوئی دوسرے لائن کو عبور کرے تو کسی کو اپنا دفاع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اسلام بغیر کسی کمزوری کے عاجزی کا درس دیتا ہے۔ لیکن یہ مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ عام طور پر نرمی کو اپنا طریقہ اختیار کریں اور دوسروں کو ان کا فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دیں۔

آخر میں، ایک سادہ اسلامی فلسفہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے، کہ کوئی دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔ اگر کوئی اپنے قول و فعل میں دوسروں کے ساتھ سختی کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گا۔ جبکہ اگر وہ دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں، دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے

ہیں، اچھی باتوں میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور دوسروں کی غلطیوں اور عیبوں سے درگزر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا۔

## سماجی کاری - 48

جامع ترمذی نمبر 1964 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومن اور بدکار میں فرق بیان فرمایا۔

ایک سچے مومن کو بولا سمجھا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ دوسروں کے بارے میں برا سوچنے کے بجائے دوسروں کے قول و فعل کی مثبت انداز میں تشریح کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں دیتے، یہ جانتے ہوئے کہ لوگ بہتر کے لیے بدل سکتے ہیں اور وہ لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جیسے وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا درحقیقت ایک سچے مومن کی نشانی ہے جو کہ دوسروں کی مالی اور جذباتی مدد کے ذریعے ان کی مدد کر کے اپنے عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک سادہ اور سیدھی سیدھی ذہنیت اپناتے ہیں جس کے تحت وہ دوسروں کے ساتھ واضح اور واضح انداز میں پیش آتے ہیں۔ مطلب، وہ ٹرکی سے منسلک تمام منفی خصوصیات سے بچتے ہیں، جیسے کہ دو رخا ہونا۔

یہ حدیث ایک مومن کو شریف قرار دیتی ہے کیونکہ وہ عوامی اور نجی دونوں طرح سے اچھے کردار کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی تعظیم میں خلوص نیت سے اور عملاً اس کے احکام کی تعمیل کرنے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ کرنے کے ذریعے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر سے کام لیتے ہیں۔ اس پر یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ وہ ان نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ وہ ایمان کے دوسرے پہلو کو بھی پورا کرتے ہیں جو کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا ہے، جس میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی بھی شامل ہے، جیسے کہ ان کے زیر کفالت۔ ان کی شرافت ان کی نیت، قول اور فعل کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، کیونکہ حقیقی شرافت کا تعلق اخلاق سے ہے، نہ کہ دنیاوی مال یا سماجی حیثیت سے۔

دوسری طرف ایک برے شخص ان خصوصیات کے برعکس برتاؤ کرتا ہے۔ خاص طور پر، وہ ان حقوق کے سلسلے میں دھوکہ باز اور خیانت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے واجب الادا ہیں۔ وہ اپنے حقوق کا پورا مطالبہ کرتے ہیں لیکن دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات کو کسی بھی ضروری طریقے سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بشمول غیر قانونی ذرائع، اور اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس عمل میں وہ کس کو غلط کہتے ہیں۔ وہ ان نعمتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں جو انہیں دی گئی ہیں اور اس طرح خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ شرافت کو سماجی حیثیت اور دولت کے ساتھ جھوٹا سمجھتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ ان چیزوں کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چاہے انہیں اپنے عقیدے پر سمجھوتہ کرنا پڑے۔ وہ جو کچھ بھی حاصل کرتے ہیں وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے لعنت بن جاتا ہے اور وہ لوگوں کی حقیقی عزت اور محبت کبھی نہیں جیت پاتے۔ احترام یا محبت کی کوئی بھی ظاہری شکل جو ان کو دکھائی جاتی ہے وہ جعلی ہے اور اس کی جڑیں باطنی مقاصد میں ہیں، جس سے وہ بخوبی واقف ہیں، حالانکہ وہ اسے تسلیم کرنے سے ڈرتے ہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ نہ صرف اپنے عقیدے کے اعلان پر بھروسہ کریں بلکہ اسلام میں مذکور اعلیٰ خصوصیات کو بھی اپنانے کی کوشش کریں، کیونکہ ایمان کے لیے اپنے زبانی دعوے کی حمایت کے لیے عملی صالح اعمال اور طرز عمل کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ کامیاب ہوں۔ دونوں جہانوں میں باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔

## سماجی کاری - 49

سنن ابن ماجہ نمبر 3775 میں موجود حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لوگوں کو نصیحت کی کہ اگر کوئی تیسرا موجود ہو تو وہ خلوت میں بات نہ کریں، کیونکہ اس سے انہیں تکلیف ہو سکتی ہے۔

جیسا کہ اسلام اتحاد کو فروغ دیتا ہے، یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی حرکتیں جو ممکنہ طور پر لوگوں کے درمیان تعلقات کو نقصان پہنچا سکتی ہیں، ان کے خلاف تنبیہ کی گئی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ایسی زبان میں گفتگو کرنا بھی شامل ہے جو تیسرا شخص نہ سمجھتا ہو۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کو راحت کا احساس دلائے اور یہی ایک وجہ ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں تک امن کا اسلامی سلام پھیلائیں جنہیں وہ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ اس انداز میں نجی گفتگو کرنا اس فرض سے متصادم ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو تکلیف ہو سکتی ہے۔ صرف ہنگامی حالات میں دو افراد کو کسی تیسرے شخص کی موجودگی میں خفیہ طور پر بات کرنی چاہئے ورنہ انہیں انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ تیسرا شخص چلا جائے یا کوئی دوسرا گروپ میں شامل نہ ہو جائے تاکہ تیسرا شخص خود کو چھوڑا ہوا محسوس نہ کرے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ اس تعلیم کو نافذ کرے یعنی دوسروں کو اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں اور حالات میں راحت محسوس کرے، جب تک کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث نہ بن جائے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس طرح برتاؤ کیا جائے جس طرح سے کوئی دوسرے کے ساتھ سلوک کرنا چاہے۔ انہیں عوام میں دوسروں کو شرمندہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے اور اس لئے نجی طور پر اور نرمی سے نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ انہیں خوش آئند رویہ اپنانا چاہیے تاکہ دوسرے ان کے آس پاس آرام محسوس کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے لیے دوسروں کی ضرورتوں کو اپنے اسباب کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ادھوری ضروریات لوگوں کو بے چینی محسوس ہوتی ہیں۔

## سماجی کاری - 50

جامع ترمذی نمبر 2018 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کی قسموں کا تذکرہ کیا ہے جن کو وہ ناپسند کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ قیامت کے دن ان سے سب سے دور ہوں گے۔

پہلی قسم وہ ہے جو حد سے زیادہ باتیں کرتا ہے۔ یہ اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ جو بہت زیادہ باتیں کرتا ہے اس کے لیے فضول اور فضول باتیں کہنے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے جو گناہ تو نہیں ہوتا لیکن اکثر گناہوں کا باعث بنتا ہے۔ اس کے علاوہ فضول باتوں سے صرف وقت ضائع ہوتا ہے جو کہ بولنے والے کے لیے قیامت کے دن بڑے پشیمان ہوں گے۔ اور جو کثرت سے باتیں کرتا ہے وہ جسمانی گناہوں کا زیادہ امکان رکھتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2314 میں ایک حدیث کے مطابق ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن اسے جہنم میں جھونکنے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کا استعمال ہوتا ہے۔ ، دوسروں کے ساتھ بحث اور مسائل۔ یہ تمام چیزیں اکثر دوسرے گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں، جیسے کہ دوسرے لوگوں سے تعلقات منقطع کرنا۔ جو ضرورت سے زیادہ بات کرتا ہے وہ اکثر چیزوں کو مناسب طریقے سے سوچنے میں ناکام رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ جلدی اور غلط فیصلے کرے گا۔ یہ صرف ان کے لیے دونوں جہانوں میں تناؤ کا باعث بنے گا۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی قسم کے آدمیوں کا تذکرہ اونچا منہ والا ہے جو اپنی تقریر سے فخر کرنے اور دکھاوے کے لیے حد سے زیادہ اور مصنوعی بات کرتا ہے۔ یہ شخص دوسروں کو دکھانا چاہتا ہے کہ اس کے پاس کتنا علم ہے اس طرح وہ اپنی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ شخص اکثر اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے اعمال سے لوگوں کو خوش کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ اپنے نیک اعمال کا اجر کھو دیں گے۔ درحقیقت، انہیں قیامت کے دن کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے اپنا اجر حاصل کریں جن کے لئے انہوں نے عمل کیا۔ اس کی تنبیہ جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود حدیث میں کی گئی ہے۔

اہم حدیث میں آخری شخص جس کا تذکرہ ہے وہ متکبر ہے۔ یہ ایک بری اور احمقانہ ذہنیت ہے کیونکہ ایک ایٹم کی قدر کا فخر انسان کو جہنم میں لے جائے گا۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے۔ جب کہ خالق اور حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تو اس کے پاس موجود کسی چیز پر فخر کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ اتنا ہی بیوقوف ہے جتنا کہ کسی دوسرے کی جائیداد اور ملکیت پر فخر کرنے والا۔ فخر صرف اس وقت کسی کو سچائی کو مسترد کرنے کی ترغیب دیتا ہے جب یہ دوسروں کی طرف سے آتا ہے اور دوسروں کو نیچا دیکھنے کا سبب بنتا ہے۔ حق کو قبول کرنا چاہیے، خواہ وہ کسی کی طرف سے آیا ہو، کیونکہ سچائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ پس حق کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ دوسروں کو نیچا دیکھنا بے وقوفی ہے کیونکہ اس دنیا یا آخرت میں کسی شخص کی اصل قدر و حیثیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو شخص اپنے آپ کو پرہیزگار سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیر ہو سکتا ہے اور وہ اپنے ایمان کے بغیر مر سکتا ہے کیونکہ کوئی بھی اپنے ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جانے کی ضمانت نہیں دیتا۔ اس کو یاد رکھنے سے انسان کو غرور اختیار کرنے سے روکنا چاہیے۔

## سماجی کاری - 51

صحیح بخاری نمبر 2662 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں کی تعریف کرنے سے منع فرمایا۔

یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ یہ سب سے پہلے گناہ ہوسکتا ہے اگر تعریف جھوٹ پر مبنی ہو، جو اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کوئی دوسرے کی تعریف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ سچ ہے تو، لوگوں کی، خاص طور پر جاہلوں کی حد سے زیادہ تعریف کرنا، ان کے غرور کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ ایک بری صفت ہے، کیونکہ ایک ایٹم کی قیمت کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ حد سے زیادہ تعریف کرنے سے تعریف کرنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی صلاحیت پوری کر دی ہے، اس لیے اس کی اطاعت میں زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔

کسی مسلمان کو دوسروں کی تعریف سے بے وقوف نہیں بننا چاہیے کیونکہ وہ اپنے اعمال اور باطن میں چھپے ہوئے کردار کو کسی دوسرے سے بہتر جانتے ہیں۔ اس پر اور ان گنت بار غور کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان کے عیوب کو لوگوں سے چھپایا ہے، انہیں غرور سے روکنا چاہیے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر دوسروں کو دوسروں کے تمام چھپے ہوئے عیب اور گناہوں کا علم ہوتا تو کوئی دوسرے کی تعریف نہ کرتا۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے پاس جو قابل تعریف صفت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے انہیں عطا نہیں کی، اس لیے تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے پاس موجود نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر گزار بن جائے جو اس کو خوش کرتے ہیں۔ اس حدیث کے بارے میں دوسروں کو نصیحت کرنا چاہئے اور انہیں تنبیہ کرنی چاہئے کہ وہ دوسروں کی تعریف نہ کریں۔

صرف بعض صورتوں میں دوسروں کی تعریف قابل قبول ہے۔ کسی کو حد سے زیادہ تعریف کرنے سے گریز کرنا چاہیے، ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا چاہیے اور ایسا اس لیے کیا جانا چاہیے کہ وہ مزید اچھے کام کرنے کی ترغیب دیں۔ یہ خاص طور پر بچوں پر لاگو ہوتا ہے جیسے کہ، ان کے اسکول کے کام کے حوالے سے ان کی تعریف کرنا، اچھے برتاؤ اور جب وہ اسلام کے فرائض ادا کرتے ہیں۔

## سماجی کاری - 52

جامع ترمذی نمبر 1959 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ نجی گفتگو ایک امانت ہے جس کی حفاظت ضروری ہے۔

بدقسمتی سے، بہت سے لوگوں کو لوگوں کی نجی گفتگو کو دوسروں تک پہنچانے کی بری عادت ہے۔ یہ ایک ناقابل یقین حد تک بری خصوصیت ہے کیونکہ یہ ایک سچے مسلمان کے رویے سے متصادم ہے۔ بہت سے لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں کہ یہ قابل قبول ہے، جب کہ یہ واضح طور پر نہیں ہے۔ ایک مسلمان کو بات چیت میں کہے گئے الفاظ کو ہمیشہ پوشیدہ رکھنا چاہئے جب تک کہ انہیں اس بات کا پورا یقین نہ ہو کہ جس شخص سے اس نے بات کی ہے وہ کسی تیسرے فریق کو بتائے جانے والی معلومات پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ اگر وہ چاہیں تو ایسا کرنا ان کے ساتھ خیانت کرتا ہے اور یہ ان کے مخلص ہونے کے منافی ہے۔ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث میں دوسروں کے لیے مخلص ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر کوئی شخص یہ مانتا ہو کہ دوسرے شخص کو اس کی گفتگو دوسروں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا، تاہم یہ زیادہ محفوظ اور افضل ہے۔ اب بھی کسی تیسرے فریق کے ساتھ گفتگو کا اشتراک کرنے سے گریز کریں۔

اہم حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ غیبت اور گپ شپ جیسے گناہوں کو روکتی ہے اور لوگوں کے درمیان منفی جذبات پیدا ہونے سے روکتی ہے۔ یہ اکثر اس وقت ہوتا ہے جب کسی تیسرے فریق کو بتائی گئی گفتگو اکثر غلط تشریح اور غلط فہمیوں کا باعث بنتی ہے۔ یہ سب صرف ٹوٹنے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کا باعث بنتے ہیں۔ اگر کوئی ان کی زندگی پر ایمانداری سے غور کرے تو انہیں احساس ہوگا کہ جن لوگوں کے بارے میں انہوں نے منفی جذبات محسوس کیے ان کی اکثریت اس وجہ سے ہوئی کہ ان کے بارے میں ان کے بارے میں کیا بتایا گیا نہ کہ وہ جو انہوں نے ان سے براہ راست دیکھا۔ نجی گفتگو کا انکشاف کرنا لوگوں خصوصاً رشتہ داروں کے درمیان اتحاد کو روکتا ہے۔ اور اسلام کی بہت سی تعلیمات میں اتحاد کا حکم دیا گیا ہے، جیسے کہ صحیح بخاری، نمبر 6065 میں موجود حدیث۔ باب 4 النساء، آیت 58

”بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو۔“

کسی کو دوسروں کے الفاظ کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی گفتگو سے برتاؤ کریں۔

## سماجی کاری - 53

سنن ابو داؤد نمبر 5130 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کی محبت کسی کو بہرا اور اندھا بنا سکتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے حد سے زیادہ محبت کرنا کسی کو اس کے عیب اور اس کے عاشق پر جو منفی اثرات مرتب کرتا ہے، جیسے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتا ہے، اندھا اور بہرا بنا سکتا ہے۔ اس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے عطا کی گئی ہیں، اور وہ اس وقت حاصل ہوتی ہیں جب کوئی شخص اس کے احکام کو پورا کرتا ہے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ اس پر اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان چیزوں کی پرواہ نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کسی چیز سے محبت ہرگز حد سے زیادہ نہ ہو۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کسی کی محبت انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور کر دیتی ہے۔ یہ بینچ مارک ہے۔ اگر کسی کی کسی چیز سے محبت یا کوئی اسے ان نعمتوں کو استعمال کرنے سے روکتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں، اور اس کے بجائے اسے فضول یا گناہ کے طریقوں سے استعمال کرنے کی ترغیب دیتا ہے، تو یہ اس کے لیے برا ہے، چاہے وہ ایسا ہی کیوں نہ کریں۔ فوری طور پر اس کا احساس نہیں۔ لیکن اگر کسی کی کسی چیز سے محبت کا نتیجہ نہیں نکلتا تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی محبت غیر صحت بخش نہیں ہے۔

ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محبت کو سب سے زیادہ ترجیح دے کیونکہ اس سے وہ اپنی تمام دنیاوی چیزوں اور رشتوں کو اپنی زندگی میں ان کے صحیح مقام پر رکھ سکے گا اور جو نعمتیں انہیں عطا کی گئی ہیں ان کے غلط استعمال سے بچ جائیں گی۔ کسی چیز یا کسی اور سے ضرورت سے زیادہ محبت۔

حد سے زیادہ محبت انسان کو اپنے محبوب کے ساتھ اندھی وفاداری اختیار کرنے کا سبب بنتی ہے۔ یہ کسی کو ہر حال میں اپنے محبوب کا ساتھ دینے کی ترغیب دیتا ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ یہ وفاداری اس وفاداری پر بھی قابو پا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ یہ اندھی وفاداری کسی کو اپنے محبوب کی خوشنودی کے لیے لوگوں سے ان رشتوں کو توڑنے کی ترغیب بھی دے سکتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ایک شخص اس قدر اندھا اور بہرا ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے اپنے محبوب کی خاطر محبت، نفرت، دینے اور سب کچھ روکنے لگے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے وفائی کی طرف لے جاتا ہے۔ اُس کے لیے بے اعتقادی گمراہی کی طرف لے جاتی ہے، کیونکہ انسان آسانی سے شیطان تک پہنچ جاتا ہے۔ باب 15 الحجر، آیات 39-40:

[ابلیس] نے کہا: "اے میرے رب، کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں ضرور زمین پر ان کے لیے [معصیت] کو خوشنما بناؤں گا، اور میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ سوائے ان کے، تیرے "مخلص بندوں کے۔"

ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ جس سے بھی محبت کرتے ہیں، ایک دن ضرور اُٹے گا جب وہ اس سے دور ہو جائیں گے یا اس کے تنہا ان کے جذبات بدل جائیں گے، کیونکہ محبت ایک مبہم چیز ہے۔ صرف مستثنیٰ اللہ تعالیٰ کی سچی محبت ہے جو وقت گزرنے کے ساتھ مضبوط ہوتی ہے اور موت کے بعد مضبوط ہوتی ہے۔

## سماجی کاری - 54

سنن ابو داؤد نمبر 4918 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ مومنین ایک دوسرے کے لیے آئینہ ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح انسان اپنے اندر سے کوئی ظاہری عیب دور کرنے کے لیے آئینہ استعمال کرتا ہے، اسی طرح اسے چاہیے کہ وہ دوسروں کی مدد کے لیے مخلصانہ نصیحت کرے تاکہ وہ اپنے کرداروں سے ظاہری اور باطنی عیبوں کو دور کر سکے۔ جس طرح ایک مسلمان یہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ آئینے میں دیکھنے کے بعد اپنے جسم میں کسی ظاہری عیب کو چھوڑ دے، اسی طرح وہ کسی دوسرے مسلمان میں کسی عیب کو دیکھے بغیر اسے مخلصانہ مشورہ کے ذریعے دور کرنے کی کوشش کرنا بھی ناپسند کرے۔ جو لوگ اپنے ساتھیوں کے عیبوں کو نظر انداز کرتے ہیں وہ سچے دوست نہیں ہوتے کیونکہ ایک سچا دوست ہمیشہ اپنے ساتھی کی دنیا اور آخرت میں بہتر زندگی کی خواہش کرتا ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہی ممکن ہے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ جو شخص اپنے ساتھی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قریب لانے کی خواہش اور کوشش نہیں کرتا وہ اچھا دوست نہیں ہے اور وہ اس حدیث میں مذکور فرض کو ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ بدقسمتی سے، معاشرے نے بہت سے مسلمانوں کو اس بات پر قائل کیا ہے کہ ایک اچھے دوست میں ہر حال میں اپنے دوست کا ساتھ دینا شامل ہے، چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور صرف وہی باتیں کہتا ہے جس سے وہ خوش ہوں۔ اگرچہ دوسروں کو بہتر محسوس کرنا اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں ہے، جب تک جھوٹ سے پرہیز کیا جائے، کوئی بھی کم نہیں، ایک اچھا دوست ہمیشہ نرمی سے اپنے دوست کے سامنے سچائی کی نشاندہی کرتا ہے، چاہے اس سے وہ پریشان ہو، کیونکہ وہ اپنے دوست کی خواہش نہیں رکھتے۔ دنیاوی یا دینی دونوں معاملات میں گمراہ ہونا۔

اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ مخلصانہ مشورہ مہربان اور نرم انداز میں پیش کیا جانا چاہیے کیونکہ لوگ اکثر دوسروں کو سختی سے مشورہ دے کر بہتری کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ، دوسرے شخص کی شرمندگی سے بچنے کے لیے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اسے تنہائی میں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی جاہل کی طرف سے مشورہ بہت کم ہی اچھے نتائج کا باعث بنتا ہے۔

یہ حدیث مثال کے طور پر رہنمائی کی اہمیت پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کے دوست اپنے دوست کی عادتوں کو اٹھا لیتے ہیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ لہذا اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوشش کریں، ان نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دی گئی ہیں۔ خود بھی صحیح طریقے سے رہنمائی کریں اور اپنے دوستوں کو مثبت انداز میں متاثر کریں۔ یہ واحد دوستی ہے جو دونوں جہانوں میں کسی ایک کو فائدہ دے گی۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

جس طرح آئینہ انسان کی تصویر پیش کرتا ہے اسی طرح مسلمان ایک دوسرے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ لہذا، یہ یقینی بنانا چاہیے کہ وہ مسلم کمیونٹی کی مثبت انداز میں نمائندگی کریں کیونکہ یہ ایک مسلمان کا فرض ہے۔ جب کوئی اس طرح سے مسلم کمیونٹی کو غلط طریقے سے پیش کرتا ہے تو یہ صرف غیر مسلموں اور یہاں تک کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اسلام کی تعلیمات سے دور کرتا ہے۔ یہ غلط بیانی ایسی چیز ہے جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دیا جائے گا۔

آخر میں، اہم حدیث بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مخلصانہ سلوک کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے، خاص طور پر جب انہیں مشکلات کا سامنا ہو۔ انہیں دوسروں کی مشکلات کو اپنی مشکل کے طور پر دیکھنا چاہئے، انہیں دوسروں کے دباؤ کو اپنے دباؤ کے طور پر دیکھنا چاہئے اور اس لئے اپنے وسائل کے مطابق دوسروں کی مدد کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، جیسے جذباتی، جسمانی اور مالی مدد۔ یہ یقینی بنائے گا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مسلسل حمایت حاصل رہے گی۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6853 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

## سماجی کاری - 55

جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی عزت کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

جس طرح ایک مسلمان یہ چاہتا ہے کہ دوسرے ان کی موجودگی یا غیر موجودگی میں ان کی عزت کی حفاظت کریں، اسی طرح وہ اپنی موجودگی یا غیر موجودگی میں بھی دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے۔ درحقیقت دوسروں کے لیے وہی پیار کرنا جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے، ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے، جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی عزت کی حفاظت کرے جب کوئی ان کے بارے میں برا کہے، جیسے غیبت یا غیبت، اس سے قطع نظر کہ وہ جو کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے یا نہیں۔ یہ دوسروں کے عیبوں کو چھپانے کا ایک پہلو ہے اور دونوں جہانوں میں ان کے عیب چھپا کر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ سنن ابن ماجہ نمبر 225 کی ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اس طرح کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے محبت کا واضح ثبوت ہے، جو کہ ایک حدیث کے مطابق جنت کی طرف لے جانے والی صفت ہے۔ جامع ترمذی، نمبر 2688 میں موجود ہے۔

زیر بحث اہم حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کی مدد کرنے سے فائدہ ہوتا ہے، لہذا اگر وہ دوسروں کی پرواہ کرنے میں بھی مشغول ہوں تو کم از کم اپنے مفاد کے لیے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ یہ حقیقت تمام نیک کاموں پر لاگو ہوتی ہے، جیسے صدقہ۔ ایک شخص صرف اپنے آپ کو اس اجر سے فائدہ اٹھاتا ہے جب وہ اچھے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اطاعت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ضرورت مندوں کو کسی نہ کسی طریقے سے مہیا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ صرف لوگوں کو دوسروں کی مدد کر کے ثواب حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے۔

اس کے علاوہ جو شخص دوسروں کی عزت کا دفاع کرنے میں ناکام رہتا ہے جب کہ ان کے پاس موقع اور طاقت ہو، نقصان کے خوف کے بغیر، اسے ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اور جگہ پر ان کی عزت کی حفاظت نہیں کرے گا۔ دوسروں کی طرف سے خلاف ورزی کی جا رہی ہے اور خاص طور پر، قیامت کے دن

آخر میں، جیسا کہ زیر بحث مرکزی حدیث دوسروں کی عزت کی حفاظت کی تلقین کرتی ہے، یہ بالواسطہ طور پر دوسروں کی عزت کو پامال نہ کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق درحقیقت یہ ایک سچے مسلمان اور مومن کی نشانی ہے۔ خاص طور پر یہ نصیحت کرتا ہے کہ ایک سچا مسلمان اور مومن دوسروں کے نفس اور مال سے اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دور رکھے۔

## سماجی کاری - 56

سنن ابن ماجہ نمبر 1601 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ غم زدہ کی تسلی کرنے والے کو قیامت کے دن عزت کا لباس پہنایا جائے گا۔

جیسا کہ مشکلات کا سامنا کرنا سب کے لیے یقینی ہے، یہ ایک عظیم انعام حاصل کرنے کا ایک انتہائی آسان طریقہ ہے جس میں زیادہ وقت، توانائی یا پیسے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس میں اپنے ذرائع کے مطابق مشکل کا سامنا کرنے والے خاندان کی مدد کرنے کی کوشش کرنا شامل ہے، جیسے کہ جذباتی، مالی اور جسمانی مدد۔ ایک مسلمان کو مشکل کا سامنا کرنے والوں کو پوری آزمائش کے دوران صبر کرنے کی ترغیب دینی چاہیے اور انہیں قرآن پاک کی آیات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد دلانی چاہیے، جو صبر کی اہمیت اور اجر عظیم کے بارے میں بتاتی ہیں۔ انہیں یہ یاد دلاتے ہوئے مثبت بات کرنی چاہئے کہ چیزیں صرف اچھی وجہ سے ہوتی ہیں، چاہے لوگ ان کے پیچھے کی حکمت کو سمجھنے میں ناکام ہوں۔ درحقیقت اس نیک عمل کو انجام دینے کے لیے کسی شخص کو عالم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اکثر صورتوں میں مشکل کا سامنا کرنے والے کو بہتر محسوس کرنے کے لیے حمایت کے چند الفاظ کافی ہوتے ہیں۔ اور بعض صورتوں میں صرف جسمانی طور پر موجود ہونا ہی انہیں سہارا دینے کے لیے کافی ہوتا ہے چاہے کوئی لفظ نہ بولے۔

یہ رویہ آسانی سے اپنایا جاتا ہے جب کوئی دوسروں کے ساتھ صرف وہی سلوک کرتا ہے جیسا کہ وہ لوگوں کے ذریعہ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔

آخر میں یہ ضروری ہے کہ مسلمان اس عمل صالح کو انجام دیتے وقت اپنی نیت درست کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں، اور دوسروں جیسے اپنے رشتہ داروں کو دکھاوے کے لیے ایسا نہ کریں، اور نہ ہی خوف کی وجہ سے کریں۔ دوسروں کی طرف سے تنقید کا نشانہ بننا اگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ دوسروں کی خاطر عمل کرنے والوں کو قیامت کے دن بتایا جائے

گأ كه وه ان كاموں سے اپنا اجر حاصل كريں جس كے ليے وه عمل نہيں كر سكرے گا۔ اس كي تنبيه  
جامع ترمذى نمبر 3154 ميں موجود حديث ميں كي گئي ہے۔

## سماجی کاری - 57

صحیح بخاری نمبر 6032 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ قیامت کے دن بدترین لوگ وہ ہیں جو اپنے برے عمل کی وجہ سے بچ جائیں گے۔

یہ وہ ہے جو خاص طور پر لوگوں کے ساتھ برے کردار کا مالک ہے۔ وہ اپنی تقریر کے ذریعے دوسروں پر منفی اثر ڈالتے ہیں، جیسے کہ نازیبا زبان استعمال کرتے ہیں، اور اپنے اعمال، جیسے کہ جسمانی تشدد اور دھمکیوں کے ذریعے انہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ اچھا کردار قیامت کے ترازو میں سب سے بھاری چیز ہو گا، اس لیے جامع ترمذی نمبر 2003 میں موجود ایک حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ برا کردار کتنا اہم ہو گا۔ سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق برے رویے ایک سچے مسلمان اور مومن کی خصوصیت سے بالکل متصادم ہیں۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ ایک سچا مسلمان اور مومن اپنی زبانی اور جسمانی نقصان کو دوسروں کے نفس اور مال سے دور رکھے۔

ایک مسلمان کو ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا کرنے کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جائے، اس کے احکام کو خلوص کے ساتھ پورا کیا جائے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کیا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ہر اس نعمت کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ "زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔"

ایمان کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عملاً دوسروں کے لیے وہی پیار کر کے دوسروں کے لیے اچھا کردار دکھانا جو انسان اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ ایک سچے مومن کی خصوصیت ہے۔ بلاشبہ اس میں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے، جیسا کہ کوئی چاہتا ہے کہ لوگ ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

آخر میں، ایک مسلمان کو ہمیشہ اپنی بات یا عمل کے ذریعے دوسروں پر ظلم کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ قیامت کے دن انصاف قائم کیا جائے گا جس کے تحت ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑے تو ظالم کو ان کے مظلوموں کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ برے رویے اس دنیا میں تنہائی کا باعث بنتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی مہذب انسان ایسے برے شخص سے دوستی کی خواہش نہیں رکھتا، اور یہ دونوں جہانوں میں پریشانی اور تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

## سماجی کاری - 58

سنن ابوداؤد نمبر 4992 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ جو کچھ بھی سنتا ہے اسے دوسروں کے سامنے بیان کرنا ان کے گناہگار ہونے کے لیے کافی ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، کسی کو سب سے پہلے اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ صرف حلال تقریر سنتے ہیں، کیونکہ ایسی گفتگو میں فعال طور پر حصہ لینا جس میں گناہ کی بات شامل ہو، دونوں جہانوں میں ان پر منفی اثر ڈالے گی۔ ایک مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ایسی گفتگو سے گریز کرے جس میں فضول اور فضول گفتگو ہو، کیونکہ یہ اکثر گناہ کی باتوں کا باعث بنتی ہے اور اس کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے، جو ان کے لیے قیامت کے دن بڑے پشیمان ہوں گے، خاص طور پر جب وہ ان لوگوں کو دیے گئے انعامات کو دیکھتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

دوم، انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ جو کچھ بھی سنتے ہیں اسے دوسروں تک نہ پہنچائیں، کیونکہ یہ آسانی سے غیبت اور غیبت کا باعث بن سکتا ہے، جو کہ کبیرہ گناہ ہیں۔ یہ اکثر رشتوں میں ٹوٹ پھوٹ اور ٹوٹ پھوٹ کا باعث بھی بنتا ہے، خاص کر رشتہ داروں کے درمیان، کیونکہ لوگوں کے دلوں میں منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں جب وہ ایسی باتیں سنتے ہیں جو ان کے لیے نہیں تھیں۔ ایک مسلمان کو صرف ان چیزوں کو بیان کرنا چاہئے جو وہ سنتے ہیں اگر وہ گناہوں سے بچ سکتے ہیں اور اگر وہ معلومات دوسروں کے لئے فائدہ مند ہیں۔ اس کے علاوہ، جو معلومات وہ منتقل کرتے ہیں ان کی تصدیق اور مستند ہونا ضروری ہے، کیونکہ ایسی چیزوں کو پہنچانا جن کی تصدیق نہیں ہوتی، قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہے۔ جو مسلمان لوگوں کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اس طرح سے ان کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6:

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا ”  
“نہ ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔

انسان کو اپنی بات پر قابو رکھنا چاہیے تاکہ وہ صرف اچھی بات کریں یا خاموش رہیں، کیونکہ  
فضول اور گناہ والی بات دونوں جہانوں میں تناؤ اور پریشانی کا باعث بنتی ہے۔

فضول یا گناہ کی بات سننے سے بچنے کے لیے اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ یہ انہیں کسی  
تیسرے فریق کو بیہودہ یا گناہ کی بات کرنے سے بھی روکے گا۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، جس طرح ایک مسلمان یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ جن باتوں پر گفتگو  
کرتے ہیں ان میں سے اکثر کو دوسروں تک پہنچایا جائے، اسی طرح اسے دوسروں کی باتوں  
سے بھی اس طرح برتاؤ نہیں کرنا چاہیے۔

## سماجی کاری - 59

صحیح بخاری نمبر 12 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں پائے جانے والے ایک اچھے معیار کی نصیحت کی۔ یعنی سلام کا اسلامی سلام ان لوگوں تک پہنچانا جن کو وہ جانتا ہے اور جن کو وہ نہیں جانتے۔

اس اچھی خصوصیت پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ آج کل کے مسلمان اکثر صرف ان لوگوں کو امن کا اسلامی سلام پھیلاتے ہیں جنہیں وہ جانتے ہیں۔ اسے سب تک پہنچانا ضروری ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے اور اسلام مضبوط ہوتا ہے۔ درحقیقت یہ خصوصیت صحیح مسلم نمبر 194 میں موجود حدیث کے مطابق جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں سے صرف مصافحہ کرنے کی بُری عادت سے بچنا چاہیے اور ان کو سلام کا سلام پیش کیے بغیر۔ صلح کا زبانی سلام صرف مصافحہ کرنے سے زیادہ اہم ہے۔

ایک مسلمان کو یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ دوسروں کو بھیجے جانے والے ہر سلام کے لیے کم از کم دس انعامات حاصل کریں گے، چاہے دوسرے ان کا جواب نہ دیں۔ سنن ابوداؤد نمبر 5195 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو لوگوں اور ان کے مالوں سے دور رکھ کر اپنی دوسری تقریروں اور افعال میں اس امن کا مظاہرہ کرتے ہوئے سلامتی کے اسلامی سلام کو صحیح طریقے سے پورا کرے۔ یہ دراصل سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود حدیث کے مطابق سچے مسلمان اور مومن کی تعریف ہے۔ کوئی شخص کسی کو سلام کرے اور پھر اپنے قول و فعل سے اسے نقصان پہنچائے۔ درحقیقت یہ رویہ دوسروں کو سلام کا پیغام پہنچانے کے مقصد سے انکار کرتا ہے۔

## سماجی کاری - 60

صحیح بخاری نمبر 67 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ اسلام میں مسلمان کا خون، مال اور عزت حرمت ہے۔

یہ حدیث، بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح، مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ کامیابی صرف اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق، جیسے فرض نماز، اور لوگوں کے حقوق کو ادا کرے۔ ایک کے بغیر دوسرا کافی اچھا نہیں ہے۔ قیامت کے دن انصاف قائم کیا جائے گا جس کے تحت ظالم کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی نیکیاں متاثرین کے سپرد کرے اور اگر ضرورت پڑے تو ظالم کو ان کے مظلوموں کے گناہوں کی سزا دی جائے گی۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

سچا مومن اور مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے نفس اور مال سے اپنی زبانی اور جسمانی اذیت کو دور رکھے۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فعل یا قول سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

ایک مسلمان کو دوسروں کے مال کا احترام کرنا چاہیے اور انہیں غلط طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، مثال کے طور پر، قانونی معاملے میں۔ صحیح مسلم نمبر 353 میں موجود ایک حدیث میں خبردار کیا گیا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا وہ جہنم میں جائے گا، خواہ اس نے حاصل کی ہوئی چیز درخت کی ٹہنی کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے مال کو صرف ان کی خواہش کے مطابق استعمال کریں اور انہیں اس طریقے سے واپس کریں کہ اس کے مالک کی خوشنودی ہو۔ کسی کو دوسروں کے مال کے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہئے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے مال کے ساتھ سلوک کریں۔

غیبت یا غیبت جیسے فعل یا تقریر سے کسی مسلمان کی عزت کو پامال نہیں کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی عزت کا دفاع کرے، خواہ ان کی موجودگی میں ہو یا غیر موجودگی میں، کیونکہ یہ جہنم کی آگ سے ان کی حفاظت کا باعث بنے گا۔ اس کی نصیحت جامع ترمذی نمبر 1931 میں موجود ایک حدیث میں کی گئی ہے۔ کسی کو دوسروں کے بارے میں اس طرح بات کرنی چاہئے جس طرح وہ چاہتا ہو کہ دوسرے ان کے بارے میں بات کریں۔ اس لیے اچھا بولنا چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہوئے اپنے نفس، مال یا عزت پر ظلم کرنے سے گریز کرنا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ جس طرح کوئی اسے اپنے لیے پسند کرتا ہے اسی طرح اسے دوسروں کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے اور اسے اپنے عمل اور تقریر سے ثابت کرنا چاہیے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق یہ مومن کی نشانی ہے۔

## سماجی کاری - 61

صحیح مسلم نمبر 6541 میں موجود ایک حدیث میں معاشرے کے اندر اتحاد پیدا کرنے کے بعض پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے حسد نہ کرنے کی تلقین کی۔

یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اس نعمت کو حاصل کرنے کی خواہش کرتا ہے جس کا کوئی دوسرا معنی رکھتا ہے، وہ اس نعمت سے محروم ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ اور اس میں اس حقیقت کو ناپسند کرنا شامل ہے کہ مالک کو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے یہ نعمت دی تھی۔ کچھ صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے بغیر ان کے عمل یا تقریر کے ذریعہ۔ اگر وہ اپنے خیالات اور احساسات کو ناپسند کرتے ہیں، تو امید ہے کہ وہ ان کی حسد کے لئے جوابدہ نہیں ہوں گے۔ بعض اپنے قول و فعل کے ذریعے دوسرے شخص سے نعمت چھیننے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بلا شبہ گناہ ہے۔ بدترین قسم وہ ہے جب کوئی شخص نعمت کو مالک سے دور کرنے کی کوشش کرے خواہ حسد کرنے والے کو نعمت نہ ملے۔

حسد تب ہی جائز ہے جب کوئی شخص اپنے جذبات پر عمل نہیں کرتا، اپنے جذبات کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے بدلے اس جیسی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے بغیر اس کے کہ مالک اس کے پاس موجود نعمت سے محروم ہو۔ اگرچہ یہ قسم گناہ گار نہیں ہے پھر بھی یہ ناپسندیدہ ہے اگر حسد کسی دنیوی نعمت پر ہو اور صرف اس صورت میں قابل تعریف ہے جب اس میں دینی نعمت شامل ہو۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 1896 میں ایک حدیث میں قابل تعریف قسم کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ جب کوئی شخص حلال مال حاصل کرنے اور خرچ کرنے والے سے حسد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا۔ دوسرا وہ ہے جب کوئی شخص اس شخص سے حسد کرتا ہے جو اپنی حکمت اور علم کو صحیح طریقے سے استعمال کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

حسد کی بری قسم، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، براہ راست اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو چیلنج کرتا ہے۔ حسد کرنے والا ایسا برتاؤ کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے کسی اور کو خاص نعمت دے کر غلطی کی ہو۔ اس لیے یہ کبیرہ گناہ ہے۔ درحقیقت جیسا کہ سنن ابوداؤد نمبر 4903 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کی ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

ایک غیرت مند مسلمان کو جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ لہذا ایک غیرت مند مسلمان کو چاہیے کہ وہ جس شخص سے حسد کرتے ہیں اس کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس احساس کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کریں، جیسے کہ ان کی خوبیوں کی تعریف کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا یہاں تک کہ ان کی حسد ان سے محبت بن جائے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق جس شخص سے وہ حسد کرتے ہیں اس کے حقوق ادا کرتے رہیں۔ انہیں اسلامی علم سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہئے تاکہ یہ سمجھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو بہترین چیز عطا کرتا ہے اور اگر انہیں کوئی خاص دنیوی نعمت عطا نہیں کی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 216

لیکن شاید آپ کو کسی چیز سے نفرت ہو اور وہ آپ کے لیے اچھی ہو۔ اور شاید آپ کو ایک چیز "پسند ہے اور وہ آپ کے لیے بری ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

ایک اور چیز جس کی نصیحت شروع میں نقل کی گئی مرکزی حدیث میں کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو صرف اسی صورت میں ناپسند کرنا چاہئے جب اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرے۔ اسے سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث میں ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو بتایا گیا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو 4681 چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں یا لوگوں کو ناپسند نہ کرے۔ اگر کوئی اپنی خواہشات کے مطابق دوسرے کو ناپسند کرتا ہے تو اسے کبھی بھی اپنے قول و فعل پر اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہیے کیونکہ یہ گناہ ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسرے کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احترام اور مہربانی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے احساس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ ایک مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ دوسرے لوگ بالکل ایسے نہیں جیسے وہ

کامل نہیں ہیں۔ اور اگر دوسروں میں کوئی بری خصلت ہے تو وہ بھی بلاشبہ اچھی صفات کے مالک ہوں گے۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کرے کہ وہ اپنی بُری خصلتوں کو چھوڑ دیں لیکن ان میں موجود اچھی صفات سے محبت کرتے رہیں۔ ایک مسلمان کو گناہوں کو ناپسند کرنا چاہیے لیکن انسان کو نہیں، جیسا کہ ایک شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر سکتا ہے۔ انہیں اسلام کی حدود میں گناہوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہیے۔ انہیں بری باتوں کے خلاف نرمی سے دوسروں کو نصیحت کرنی چاہیے، کیونکہ سختی اکثر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے مزید دور کر دیتی ہے۔

اس موضوع پر ایک اور نکتہ بیان کرنا ضروری ہے۔ ایک مسلمان جو کسی خاص عالم کی پیروی کرتا ہے جو کسی مخصوص عقیدے کی حمایت کرتا ہے اسے متعصب کی طرح کام نہیں کرنا چاہئے اور اپنے عالم کو ہمیشہ حق پر یقین رکھنا چاہئے اس لئے ان لوگوں سے نفرت کرنا چاہئے جو ان کے علماء کی رائے کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز/کسی کو ناپسند کرنے والا نہیں ہے۔ جب تک علماء کے درمیان جائز اختلاف موجود ہے، کسی خاص عالم کی پیروی کرنے والے مسلمان کو اس کا احترام کرنا چاہئے اور دوسروں کو ناپسند نہیں کرنا چاہئے جو ان کے ماننے والے عالم سے مختلف ہوں۔

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے سے منہ نہ موڑنا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں دنیاوی مسائل پر دوسرے مسلمانوں سے تعلقات منقطع نہیں کرنے چاہئیں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی حمایت سے انکار کر دینا چاہیے۔ صحیح بخاری نمبر 6077 میں موجود حدیث کے مطابق کسی مسلمان کے لیے کسی دنیاوی معاملے میں دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع کرنا ناجائز ہے۔ درحقیقت کسی دنیاوی مسئلہ میں ایک سال سے زیادہ عرصہ تک تعلقات منقطع کرنے والا دوسرے مسلمان کو قتل کرنے والے کی طرح سمجھا جاتا ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4915 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ دوسروں کے ساتھ تعلقات منقطع کرنا صرف ایمان کے معاملات میں جائز ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کو خلوص دل سے توبہ کرنے کی تلقین جاری رکھنی چاہئے اور صرف اس صورت میں ان کی صحبت سے گریز کرنا چاہئے جب وہ بہتر کے لئے تبدیل کرنے سے انکار کریں۔ جب بھی ان سے ایسا کرنے کی درخواست کی جائے تو انہیں حلال چیزوں پر ان کا ساتھ دینا چاہیے، کیونکہ یہ احسان مندی انہیں اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے سکتی ہے۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وہ اس حدیث میں دی گئی سابقہ نصیحت پر عمل کریں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسرے مسلمانوں کے تنہیں اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کریں، جیسے کہ بھلائی کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا اور: برائیوں سے ڈرنا۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

صحیح بخاری نمبر 1240 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے درج ذیل حقوق ادا کرنے چاہیئں: سلام کا جواب دینا، بیماروں کی عیادت کرنا، ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا اور مسلمانوں کو جواب دینا۔ چھینکنے والا جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ وہ تمام حقوق سیکھے اور پورا کرے جو دوسرے لوگوں کے، خاص کر دوسرے مسلمانوں کے ان پر ہیں، کیونکہ ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نے قیامت کے دن دوسرے لوگوں کے حقوق ادا کیے؟ کسی کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جس طرح وہ چاہتے ہیں کہ لوگ سلوک کریں۔

ایک اور بات جو زیر بحث مرکزی حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر ظلم نہیں کرنا چاہیے، اسے چھوڑنا یا نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کے گناہوں سے نفرت ہونی چاہیے لیکن گناہ گار ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ کسی بھی وقت صدق دل سے توبہ کر لے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن ابوداؤد نمبر 4884 میں موجود ایک حدیث میں تنبیہ کی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کی تذلیل کرے گا اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کرے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو ذلت سے بچاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔

شروع میں نقل کی گئی مرکزی حدیث میں مذکور منفی خصوصیات اس وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب کوئی شخص غرور اختیار کر لے۔ صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث کے مطابق تکبر اس وقت ہوتا ہے جب انسان دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے۔ مغرور شخص خود کو کامل دیکھتا ہے جبکہ دوسروں کو نامکمل دیکھتا ہے۔ یہ انہیں دوسروں کے حقوق ادا کرنے سے روکتا ہے اور دوسروں کو ناپسند کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور فخر انسان کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ سچائی کو مسترد کر دے جب وہ ان کے سامنے پیش کیا جائے، کیونکہ یہ ان کی طرف سے نہیں آیا اور ان کی خواہشات کے خلاف ہے۔

ایک اور بات جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ حقیقی تقویٰ کسی کی ظاہری شکل و صورت میں نہیں ہے جیسا کہ اسلامی لباس پہننا، بلکہ یہ ایک باطنی صفت ہے۔ یہ باطنی خصلت ظاہری طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کوئی شخص ان نعمتوں کا استعمال کرے جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرتے ہیں۔ اسی لیے صحیح مسلم کی حدیث نمبر 4094 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب روحانی قلب پاک ہوتا ہے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے لیکن جب روحانی قلب فاسد ہوتا ہے تو سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ کریپٹ ہو جاتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری صورتوں مثلاً مال و دولت کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کی نیتوں اور اعمال پر غور کرتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6542 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے ذریعے باطنی تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کرے تاکہ یہ ظاہری طور پر اس طرح ظاہر ہو جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعامل کرتے ہیں۔ تخلیق

زیر بحث اہم حدیث میں اگلی بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے بغض رکھنا گناہ ہے۔ اس نفرت کا اطلاق دنیاوی چیزوں پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو ناپسند نہیں کرنا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور بغض رکھنا ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک مسلمان کو ہر حال میں دوسروں کا احترام کرنا چاہیے اور اس شخص سے نفرت کیے بغیر صرف ان کے گناہوں کو ناپسند کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ، ان کی ناپسندیدگی انہیں کبھی بھی اسلام کی تعلیمات کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہیں کرے گی، کیونکہ اس سے یہ ثابت ہو گا کہ ان کی نفرت ان کی اپنی خواہشات پر مبنی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ دنیاوی وجوہات کی بنا پر دوسروں کو حقیر سمجھنے کی اصل وجہ تکبر ہے۔ یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ ایک ایٹم کا

فخر کسی کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 265 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد جو اہم حدیث میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کی جان، مال اور آبرو سب مقدس ہیں۔ ایک مسلمان کو ان حقوق میں سے کسی کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے۔ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ غیر مسلموں سمیت دیگر لوگوں کو ان کے شر سے محفوظ نہ رکھے۔ نقصان دہ تقریر اور اعمال اور سچا مومن وہ ہے جو دوسروں کی جان و مال سے ان کی برائیوں کو دور رکھے۔ ان حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو قیامت کے دن انصاف قائم ہو گا جس کے تحت مظلوم کو ظالم کی نیکیاں ملیں گی اور اگر ضرورت پڑی تو مظلوم کے گناہ مظلوم کو ملیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

آخر میں، ایک مسلمان کو دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ یہ ایک فرد کے لیے بہت زیادہ برکتوں کا باعث بنے گا اور اس کے معاشرے میں اتحاد پیدا ہوگا۔

## سماجی کاری - 62

جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود ایک طویل حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ نیکی کی بنیاد زبان کو کنٹرول کرنا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان کو روکنا، اس کی حفاظت کرنا اور اسے اسلام کی مقرر کردہ حدود میں رکھنا ہی تمام بھلائیوں کا ذریعہ ہے۔ لہذا جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا اس نے ان کا معاملہ سنبھال لیا۔ درحقیقت یہ حدیث اس بات کا اختتام کرتی ہے کہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کا سب سے بڑا سبب کلام ہے۔ اس کی تائید بہت سی دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے، جیسے کہ جامع ترمذی، نمبر 2314 میں موجود حدیث، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں جانے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کبیرہ گناہوں میں تقریر کا عنصر ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں کسی کے قول سے گناہ کرنا ان کے عمل سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ جب مسلمان اپنی بات درست کر لیتا ہے تو اس کے تمام اعمال درست ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کر پاتے تو صرف اپنی برائی سے ان کی نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ باب 33 الاحزاب، آیات 70-71

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور انصاف کی بات کہو، وہ تمہارے لیے تمہارے "اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔"

لہذا ایک مسلمان کو لغو باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ یہ وقت کا ضیاع ہے اور اس لیے قیامت کے دن ان کے لیے بڑی پشیمانی ہوگی۔ اس دنیا میں انسان کو جن دلائل، مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی بڑی وجہ بھی فضول گفتگو ہے۔ فضول گفتگو بھی اکثر بری تقریر سے پہلے پہلا قدم ہوتا ہے، جیسے جھوٹ، غیبت اور غیبت۔ ہر قسم کی بُری باتوں سے بھی بچنا چاہیے، کیونکہ یہ دونوں جہانوں میں پریشانی کا باعث ہے۔ آخر میں، ایک مسلمان کو صحیح مسلم کی حدیث نمبر 176 میں دی گئی دور رس نصیحت پر عمل کرنا چاہیے، یعنی وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

## سماجی کاری - 63

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسی چیز پر غور کر رہا تھا جس کی تمام مسلمانوں کو امید تھی۔ وہ سب امید کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی گزشتہ غلطیوں اور گناہوں کو ایک طرف رکھے گا، نظر انداز کرے گا اور معاف کر دے گا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انہی مسلمانوں میں سے اکثر جو اس کی امید اور دعا کرتے ہیں وہ دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتے۔ مطلب، وہ اکثر دوسروں کی ماضی کی غلطیوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور انہیں اپنے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ ان غلطیوں کی طرف اشارہ نہیں ہے جن کا اثر حال یا مستقبل پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، ڈرائیور کی وجہ سے ہونے والا کار حادثہ جو کسی دوسرے شخص کو جسمانی طور پر معذور کر دیتا ہے، ایک غلطی ہے جو حال اور مستقبل میں شکار کو متاثر کرے گی۔ اس قسم کی غلطی کو چھوڑنا اور نظر انداز کرنا سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن بہت سے مسلمان اکثر دوسروں کی غلطیوں پر ہاتھ ڈالتے ہیں جو کسی بھی طرح سے مستقبل کو متاثر نہیں کرتی ہیں، جیسے کہ زبانی توہین۔ اگرچہ غلطی ختم ہو چکی ہے لیکن یہ لوگ موقع ملنے پر اسے زندہ کرنے اور دوسروں کے خلاف استعمال کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک ذہنیت ہے جیسا کہ کسی کو سمجھنا چاہئے کہ لوگ فرشتے نہیں ہیں۔ کم از کم ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ سے اپنی ماضی کی غلطیوں سے درگزر کرنے کی امید رکھتا ہے اسے دوسروں کی ماضی کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا چاہیے۔ جو لوگ اس طرح برتاؤ کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ ان کے زیادہ تر تعلقات ٹوٹ چکے ہیں کیونکہ کوئی بھی رشتہ مکمل نہیں ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ اختلاف کا شکار رہیں گے جو ہر رشتے میں غلطی کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس لیے جو اس طرح کا برتاؤ کرے گا وہ تنہا ہو جائے گا کیونکہ ان کی بری ذہنیت انہیں دوسروں کے ساتھ اپنے تعلقات کو خراب کرنے کا باعث بنتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ تنہا رہنے سے نفرت کرتے ہیں لیکن پھر بھی ایسا رویہ اپناتے ہیں جو دوسروں کو ان سے دور کرتا ہے۔ یہ منطق اور عقل کی نفی کرتا ہے۔ تمام لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ زندہ رہتے ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان سے محبت اور احترام کیا جائے لیکن یہ رویہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو لوگ ان سے تنگ آ جاتے ہیں اور جب وہ مرتے ہیں تو لوگ انہیں سچے پیار اور محبت سے یاد نہیں کرتے۔ اگر وہ انہیں یاد کرتے ہیں تو یہ محض رواج سے باہر ہے۔

ماضی کو جانے دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کو دوسروں کے ساتھ حد سے زیادہ اچھا سلوک کرنے کی ضرورت ہے لیکن اسلام کی تعلیمات کے مطابق سب سے کم احترام کرنا ہے۔ اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا اور اس کے لیے تھوڑی محنت درکار ہوتی ہے۔ لہذا انسان کو چاہیے

کہ وہ درگزر کرنا سیکھے اور لوگوں کی ماضی کی غلطیوں کو جانے دیا جائے تو شاید اللہ تعالیٰ  
قیامت کے دن ان کی پچھلی غلطیوں کو درگزر فرمائے گا۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کر دیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کر ...  
دے؟ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

## سماجی کاری - 64

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ضد کی بری خصوصیت اور اس کے حامل افراد اور ان کے آس پاس کے لوگوں پر اس کے منفی اثرات پر غور کر رہا تھا۔ اگرچہ یہ خصوصیت بہت سے مسائل کا باعث بن سکتی ہے صرف ایک اہم پر بات کی جائے گی۔ بعض دنیوی معاملات میں ہٹ دھرمی اختیار کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے کردار میں بہتری نہیں لاتے۔ اس کے بجائے، وہ اپنے رویے پر ثابت قدم رہتے ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ یہ کسی نہ کسی طرح ان کی عظیم طاقت اور دانشمندی کی علامت ہے۔ ایمان کے معاملات میں ثابت قدمی ایک قابل تعریف رویہ ہے لیکن اکثر دنیوی معاملات میں اسے صرف ضد کہا جاتا ہے جو کہ قابل ملامت ہے۔

بدقسمتی سے، کچھ کا خیال ہے کہ اگر وہ اپنا رویہ بدلتے ہیں تو یہ کمزوری کو ظاہر کرتا ہے یا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کر رہے ہیں اور اس وجہ سے وہ ضد کے ساتھ بہتر کے لیے تبدیل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ بالغ لوگ یہ مان کر نادان بچوں کی طرح برتاؤ کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنا رویہ بدل لیتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ہار گئے ہیں جبکہ دوسرے جو اپنے رویے پر ثابت قدم رہتے ہیں وہ جیت گئے ہیں۔ یہ محض بچگانہ ہے۔

درحقیقت ایک ذہین آدمی ایمان کے معاملات میں ثابت قدم رہے گا لیکن دنیوی معاملات میں جب تک گناہ نہ ہو اپنی زندگی کو آسان بنانے کے لیے اپنا رویہ بدلے گا۔ لہذا اپنی زندگی کو سنوارنے کے لیے بدلنا کمزوری کی علامت نہیں بلکہ دراصل ذہانت کی علامت ہے۔

بہت سے معاملات میں، ایک شخص اپنا رویہ تبدیل کرنے سے انکار کرتا ہے اور اپنی زندگی میں دوسروں سے توقع کرتا ہے کہ وہ اپنا رویہ بدلیں، جیسے کہ ان کے رشتہ دار۔ لیکن جو اکثر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ضد کی وجہ سے سب ایک ہی حالت میں رہتے ہیں جس سے باقاعدہ اختلاف اور جھگڑے ہی ہوتے ہیں۔ ایک عقلمند شخص یہ سمجھتا ہے کہ اگر اس کے ارد گرد کے لوگ اس سے بہتر نہیں ہوتے جو ان کی ضرورت سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ تبدیلی ان کی زندگی کے معیار

اور دوسروں کے ساتھ ان کے تعلقات کو بہتر بنائے گی جو لوگوں کے ساتھ سرکلر بحث کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ یہ مثبت رویہ بالآخر دوسروں کو ان کا احترام کرنے کا سبب بنے گا کیونکہ کسی کے کردار کو بہتر بنانے کے لیے حقیقی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

جو لوگ ضدی رہتے ہیں وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ ناراض پاتے ہیں جس سے ان کی زندگی سے سکون ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں مزید مشکلات پیدا ہوں گی، جیسے کہ ان کی ذہنی صحت۔ لیکن جو لوگ بہتر کے لیے اپناتے اور بدلتے ہیں وہ ہمیشہ امن کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی یہ امن حاصل کر لیتا ہے تو کیا اس سے واقعی کوئی فرق پڑتا ہے اگر دوسرے یہ مانتے ہیں کہ وہ صرف اس لیے بدل گئے کہ وہ غلط تھے؟

آخر میں قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر ثابت قدم رہنا قابل تعریف ہے۔ لیکن دنیاوی معاملات میں اور ایسے معاملات میں جہاں کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو انسان کو اپنا رویہ بدلنا سیکھنا چاہیے تاکہ وہ اس دنیا میں سکون حاصل کر سکے۔

## سماجی کاری - 65

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جب کچھ لوگ تنقید کرتے ہیں تو وہ حد سے زیادہ اداس کیسے ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے صحیح طریقے سے رہنمائی کرتے ہیں کیونکہ دوسروں پر ان کی تنقید کی بنیاد قرآن پاک میں موجود تنقید اور نصیحت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر ہوتی ہے۔ یہ قسم ہمیشہ تعمیری رہے گی اور دونوں جہانوں میں نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف رہنمائی کرے گی۔ یہ لوگ دوسروں کی زیادہ یا کم تعریف کرنے سے بھی گریز کریں گے۔ دوسروں کی زیادہ تعریف کرنا انہیں مغرور اور تکبر کا باعث بن سکتا ہے۔ دوسروں کی تعریف کرنے سے وہ کابل بن سکتے ہیں اور انہیں اچھے کام کرنے سے روک سکتے ہیں۔ یہ ردعمل اکثر بچوں میں دیکھا جاتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق تعریف کرنے سے دوسروں کو دنیاوی اور دینی دونوں معاملات میں زیادہ محنت کرنے کی ترغیب ملے گی اور یہ انہیں تکبر کرنے سے روکے گا۔ اس لیے اس شخص کی تعریف اور تعمیری تنقید کو قبول کرنا چاہیے اور اس پر عمل کرنا چاہیے خواہ کسی اجنبی کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو۔

دوسری قسم کے لوگ اپنی خواہشات کی بنیاد پر تنقید کرتے ہیں۔ یہ تنقید زیادہ تر غیر تعمیری ہے اور صرف کسی کے خراب مزاج اور رویے کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ لوگ اکثر دوسروں کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر کام کرتے ہیں۔ ان دونوں کے منفی اثرات کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ لہذا اس شخص کی تنقید اور تعریف کو اکثر صورتوں میں نظر انداز کر دینا چاہیے خواہ وہ کسی عزیز کی طرف سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ تنقید کے معاملے میں غیر ضروری طور پر اداس اور تعریف کے معاملے میں تکبر کا باعث بنتا ہے۔

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو شخص دوسروں کی زیادہ تعریف کرتا ہے وہ اکثر ان پر بھی تنقید کرتا ہے۔ جس اصول پر عمل کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ وہ صرف اسلام کی تعلیمات پر مبنی تنقید اور تعریف قبول کریں۔ باقی تمام چیزوں کو نظر انداز کرنا چاہیے اور ذاتی طور پر نہیں لینا چاہیے۔

## سماجی کاری - 66

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک مخصوص ذہنیت کے بارے میں سوچ رہا تھا جسے کچھ مسلمانوں نے اپنایا ہے۔ یہ تب ہوتا ہے جب ایک شخص بہت سے لوگوں کو اپنے مسائل کے بارے میں بتاتا ہے۔ اس رویہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی بہت سے لوگوں کو بتاتا ہے تو ان کے مسائل بتانا اور مشورہ لینا ان کی مشکلات کی شکایت کا ذریعہ بن جاتا ہے جو ان کی بے صبری کی واضح علامت ہے۔ اس کے علاوہ، یہ رویہ کسی کو صرف الجھن کا باعث بنے گا کیونکہ انہیں ملنے والی نصیحتیں مختلف ہوں گی جس کی وجہ سے وہ صحیح راستے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ غیر یقینی ہو جائیں گے۔ جبکہ چند عقلمندوں سے مشورہ کرنا کسی کے یقین میں اضافے کا سبب ہی بنے گا۔ بہت سے لوگوں کے سامنے کسی کے مسائل کو بار بار دہرانے سے وہ اپنے مسئلے پر بہت زیادہ توجہ مرکوز کرنے کا سبب بنتا ہے جس کی وجہ سے یہ حقیقت سے زیادہ بڑا اور اہم دکھائی دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کی وجہ سے وہ اپنے دوسرے فرائض سے غفلت برتتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے مسائل پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ زیادہ بے صبری

اس لیے مسلمانوں کو اپنی مشکلات کے سلسلے میں صرف چند لوگوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔ انہیں چاہیے کہ قرآن کریم کی نصیحت کے مطابق ان چند لوگوں کا انتخاب کریں۔ باب 16 النحل، آیت 43

”پس اہل پیغام سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔“

یہ آیت مسلمانوں کو علم رکھنے والوں سے مشورہ کرنے کی یاد دلاتی ہے۔ جیسا کہ ایک جاہل شخص سے مشورہ کرنے سے مزید پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنی جسمانی صحت کے بارے میں کسی کار مکینک سے مشورہ کرنا بے وقوف ہو گا، ایک مسلمان کو اپنے مسائل صرف ان لوگوں کو بتانا چاہیے جو اس کے بارے میں علم رکھتے ہیں اور ان سے منسلک اسلامی تعلیمات۔

اس کے علاوہ ایک مسلمان کو اپنے مسائل صرف ان لوگوں کے ساتھ شیئر کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی بھی دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مشورہ نہیں دیں گے۔ جبکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے یا اس کی اطاعت نہیں کرتے وہ علم اور تجربہ رکھتے ہیں لیکن وہ آسانی سے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مشورہ دیتے ہیں جس سے صرف پریشانیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے حقیقی علم کے مالک ہوتے ہیں اور یہی علم دوسروں کو ان کے مسائل میں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ باب 35: فاطر، آیت 28

اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“۔“

## سماجی کاری - 67

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ جب بھی ان کے مشورے پر عمل نہیں کیا جاتا ہے تو کسی کو صحیح طور پر رد عمل ظاہر کرنا چاہئے۔ جب مشورہ لینے والا کوئی ایسا غیر قانونی فیصلہ کرے جو اسے دیے گئے مشورے سے متصادم ہو تو مشیر کو چاہیے کہ وہ اس کے انتخاب پر ناپسندیدگی کا اظہار کرے کیونکہ یہ ایمان کی ایک شاخ ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی چیز کو ناپسند کرنا، سنن ابوداؤد نمبر 4681 کی حدیث ناپسندیدگی ظاہر کرتے وقت اسلام کے باوجود کے مطابق ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ لیکن اس کی حدود میں رہنا چاہیے۔

اگر انتخاب دو حلال آپشنز کے درمیان ہیں اور ان کے مشورے پر عمل نہیں کیا جاتا ہے تو انہیں مشورہ لینے والے سے ناراض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ انہوں نے ایک حلال انتخاب کا انتخاب کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے فیصلے کا احترام کریں اور ان کے لیے کوئی برے جذبات پیدا نہ کریں اور نہ ہی ظاہری طور پر ناراضگی کی کوئی علامت ظاہر کریں، جیسا کہ انہیں یہ بتانا چاہیے کہ انہوں نے انہیں بتایا ہے تو اگر ان کا فیصلہ ان کے لیے کارگر نہیں ہے۔ لوگ فرشتے نہیں ہیں وہ غلطیاں کریں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کریں چاہے وہ نصیحت کو مسترد کر دیں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنا فرض پورا کرنے کے بجائے دوسرے کو اچھی اور مخلصانہ نصیحت کر کے ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔

اس کے علاوہ، مشورہ لینے والے کو مشورہ نہیں مانگنا چاہئے اگر وہ پہلے ہی اپنا ذہن بنا چکے ہوں کیونکہ یہ صرف ایک ممکنہ دلیل کا دروازہ کھولتا ہے اگر وہ کسی سے مشورہ صرف اسے مسترد کرنے کے لئے مانگتے ہیں کیونکہ یہ ان کے پہلے سے طے شدہ انتخاب کے خلاف ہے۔

## سماجی کاری - 68

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں کچھ لوگوں کے رویے پر غور کر رہا تھا جو ہمیشہ دوسروں سے اپنے مکمل حقوق حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آج کے دور میں جہالت کی وجہ سے والدین جیسے لوگوں کے حقوق ادا کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اگرچہ ایک مسلمان کے پاس کوئی عذر نہیں ہے لیکن ان کو پورا کرنے کی کوشش کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔ جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 6655 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسروں پر رحم کرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔

اس رحمت کا ایک پہلو مسلمان کے لیے یہ ہے کہ وہ دوسروں سے اپنے پورے حقوق کا مطالبہ نہ کرے۔ اس کے بجائے، انہیں اپنی جسمانی یا مالی طاقت جیسے ذرائع کو اپنی مدد اور دوسروں کے لیے آسان بنانے کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ بعض صورتوں میں، جب کوئی مسلمان دوسروں سے اپنے مکمل حقوق کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ انہیں پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ان کی سزا کا باعث بن سکتا ہے۔ دوسروں پر رحم کرنے کے لیے انہیں صرف بعض صورتوں میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے جن پر ان کے حقوق ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بالغ بچے کو گھر کے کسی خاص کام سے معافی دے سکتے ہیں اور اگر وہ اپنے آپ کو پریشان کیے بغیر ایسا کرنے کے ذرائع رکھتے ہیں تو وہ خود کر سکتے ہیں، خاص طور پر اگر وہ بچہ کام سے تھک کر گھر لوٹتا ہے۔ یہ نرمی اور رحم نہ صرف اللہ تعالیٰ کو ان پر زیادہ رحم کرنے کا باعث بنے گا بلکہ اس سے لوگوں میں ان کے لیے محبت اور احترام بھی بڑھے گا۔ جو ہمیشہ اپنے پورے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے وہ گنہگار نہیں ہے لیکن اگر وہ اس طرح کا برتاؤ کریں گے تو وہ اس اجر و ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا کرے گا۔

## سماجی کاری - 69

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں تمام مسلمانوں کی اہم ذمہ داری کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ باب 3 علی عمران، آیت 110:

تم بہترین امت ہو جو بنی نوع انسان کے لیے [مثال کے طور پر] پیدا کی گئی ہے۔ تم نیکی کا " ...حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

حالانکہ یہ ہر مسلمان پر ایک اہم فریضہ ہے پھر بھی وہ ایسے لوگوں سے ملیں گے جو بظاہر ان کو دی گئی نصیحتوں کو نہیں سنتے اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ خاص طور پر اس دن اور عمر میں بالکل واضح ہے۔ اس طرح کے معاملات میں یہ بہتر ہے کہ ہمت نہ ہاریں بلکہ اپنی تکنیک کو تبدیل کرنے پر غور کریں۔ باتوں سے دوسروں کو نصیحت کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا ایک طریقہ ہے لیکن اس سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے عمل سے دوسروں کو نصیحت کی جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول و فعل سے دوسروں کو نصیحت کرنے والے سب سے بڑے استاد تھے۔ مثال کے طور پر یہ معروف تکنیک اپنانا ضروری ہے کیونکہ اس سے دوسروں کو مثبت انداز میں متاثر کرنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ اب بھی نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی اس تکنیک کو قبول کرنے میں ناکام رہتے ہیں انہیں تنہا چھوڑ دینا چاہیے۔ کسی کو عملی مثال دکھاتے رہنا چاہئے لیکن شاید زبانی طور پر مشورہ دینے سے ایک قدم پیچھے ہٹنا چاہئے کیونکہ توجہ نہ دینے والے دوسروں کو مسلسل نصیحت کرنا دونوں فریقین کو چڑچڑا اور غصے کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ اس رویے کے خلاف ہے جو ایک مسلمان کو ہونا چاہیے جب وہ دوسروں کو بھلائی کی نصیحت کرتے ہیں۔ یہ ایک افسوسناک سچائی ہے کہ کسی کو زبانی طور پر اپنے آپ کو ایسے لوگوں پر مسلط کرنے کی زحمت نہیں کرنی چاہئے جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ وہ کیا کہنا ہے۔ لیکن انہیں اپنے عمل سے دوسروں کو نصیحت کرتے رہنا چاہیے۔ اس طرح انسان نہ صرف اپنے کردار کو سنوار کر اپنی مدد کرتا ہے بلکہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں بھی اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ باب 31 لقمان، آیت 17

نیکی کا حکم دو، برائی سے روکو، اور جو مصیبت آئے اس پر صبر کرو۔ درحقیقت، [سب ] ...”  
وہ معاملات ہیں جو حل طلب ہیں۔

## سماجی کاری - 70

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ صالح پیشروؤں کے گزرنے کے بعد سے مسلم قوم کی طاقت ڈرامائی طور پر کمزور ہوئی ہے۔ یہ منطقی بات ہے کہ جتنے زیادہ لوگوں کی تعداد ایک گروہ میں ہوگی اتنا ہی وہ گروہ مضبوط ہوگا لیکن مسلمانوں نے کسی نہ کسی طرح اس منطق کی نفی کی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے کے ساتھ ہی مسلم قوم کی طاقت میں کمی آئی ہے۔ اس کے پیش آنے کی ایک اہم وجہ قرآن کریم کی سورہ 5 المائدہ، آیت 2 سے مربوط ہے

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

اللہ تعالیٰ واضح طور پر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ کسی بھی اچھے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور کسی برے معاملے میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دیں۔ اس پر نیک پیشواؤں نے عمل کیا لیکن بہت سے مسلمان ان کے نقش قدم پر چلنے میں ناکام رہے ہیں۔ بہت سے مسلمان اب اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں اس کا مشاہدہ کرنے کے بجائے کون عمل کر رہا ہے۔ اگر وہ شخص ان سے جڑا ہوا ہے، مثال کے طور پر، کوئی رشتہ دار، تو وہ ان کا ساتھ دیتے ہیں چاہے بات اچھی نہ ہو۔ اسی طرح اگر اس شخص کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو وہ ان کی حمایت سے منہ موڑ لیتے ہیں خواہ بات اچھی ہو۔ یہ رویہ صالح پیشواؤں کی روایات کے بالکل خلاف ہے۔ وہ بھلائی میں دوسروں کی حمایت کریں گے قطع نظر اس کے کہ کون کر رہا ہے۔ درحقیقت وہ قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ وہ ان کی حمایت بھی کریں گے جب تک کہ یہ اچھی بات نہ ہو۔

اس سے جڑی دوسری چیز یہ ہے کہ بہت سے مسلمان ایک دوسرے کی اچھی مدد کرنے میں ناکام رہتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہے کہ جس شخص کی وہ حمایت کر رہے ہیں وہ ان سے زیادہ اہمیت حاصل کرے گا۔ اس صورتحال نے علماء اور اسلامی تعلیمی اداروں کو بھی متاثر کیا ہے۔ وہ دوسروں کی بھلائی میں مدد نہ کرنے کے لیے لنگڑے بہانے بناتے ہیں کیونکہ ان کا ان کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں ہے اور انہیں ڈر ہے کہ ان کا اپنا ادارہ بھلا دیا جائے گا اور وہ جن کی مدد

کریں گے وہ معاشرے میں مزید عزت حاصل کریں گے۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے لیے صرف تاریخ کے اوراق پلٹتے پڑتے ہیں۔ جب تک کسی کی نیت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو، دوسروں کی بھلائی میں مدد کرنے سے معاشرے میں اس کی عزت بڑھے گی۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف متوجہ کرے گا خواہ ان کا تعاون کسی اور ادارے، ادارے یا شخص کے لیے ہو۔ مثال کے طور پر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آسانی سے خلافت کو چیلنج کر سکتے تھے اور ان کے حق میں کافی حمایت حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ صحیح کام یہ تھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام کا پہلا خلیفہ نامزد کیا جائے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس بات کی فکر نہیں تھی کہ اگر وہ کسی دوسرے شخص کا ساتھ دیں تو معاشرہ اسے بھول جائے گا۔ اس کے بجائے اس نے پہلے بیان کی گئی آیت میں حکم کی تعمیل کی اور جو صحیح تھا اس کی تائید کی۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 3667 اور 3668 میں موجود احادیث سے ہوتی ہے۔ اس عمل سے معاشرے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عزت و تکریم میں اضافہ ہی ہوا۔ یہ بات ان لوگوں پر واضح ہے جو اسلامی تاریخ سے واقف ہیں۔

مسلمانوں کو اس پر گہرائی سے غور کرنا چاہیے، اپنی ذہنیت کو بدلنا چاہیے اور دوسروں کی بھلائی میں مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، قطع نظر اس کے کہ یہ کام کون کر رہا ہے اور اس خوف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے کہ ان کی حمایت انہیں معاشرے میں بھلا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ درحقیقت ان کی عزت و تکریم دونوں جہانوں میں ہی بڑھے گی۔

## سماجی کاری - 71

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ان چیزوں پر غور کر رہا تھا جو کسی شخص کو بہتر کے لیے بدلنے سے روکتی ہیں۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ ابھی تک آزمائشوں اور آسانی کے اوقات کا تجربہ کرتے ہیں، اپنے کردار کو مثبت انداز میں نہیں بدلتے۔ اگرچہ، بہت سے ممکنہ وجوہات ہیں صرف ایک پر اس باب میں بحث کی جائے گی۔

کچھ معاملات میں، لوگ بہتر کے لیے نہیں بدلتے کیونکہ ان کے آس پاس کے لوگ انہیں ایسا کرنے کی ترغیب نہیں دیتے۔ درحقیقت، بہت سے لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ صرف دوسروں کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہیں اور انہیں وہی بتاتے ہیں جو وہ سننا چاہتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی طرح یہ مانتے ہیں کہ یہ ایک اچھے ساتھی اور دوست کا کردار ہے۔ وہ غلط طور پر یقین رکھتے ہیں کہ اس طرح سے کام کرنا دوسروں کے لئے ان کی گہری محبت اور احترام کی علامت ہے۔ لیکن یہ مکمل طور پر غلط ہے کیونکہ یہ رویہ کسی کو اپنے رویے کو بہتر کیے بغیر جاری رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ دوسروں کو جذباتی سکون فراہم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ایک اچھا دوست ہمیشہ ان طریقوں کی نشاندہی کرے گا جن سے اس کا دوست یا رشتہ دار اپنے کردار کو بہتر بنا سکتا ہے۔ یہ حقیقت میں ان کے ساتھی کی دنیا اور آخرت کی زندگی کے معیار اور حالت کو بہتر بنائے گا۔ جب کہ محض دوسروں کی پیٹھ تھپتھپانے سے انہیں عارضی سکون ملے گا لیکن اس سے حالات یا ان کے کردار میں کوئی بہتری نہیں آئے گی۔ دوسروں کی بے عزتی کیے بغیر درست رویہ حاصل کرنا ممکن ہے۔ یہ ایک فرد کا دوسروں خصوصاً اپنے رشتہ داروں کے لیے فرض ہے۔ درحقیقت اگر کسی شخص کا دوست یا رشتہ دار ان کی اچھی نصیحت کو ناپسند کرتا ہے تو وہ ان کے ساتھ اپنے تعلقات کو اہمیت نہیں دیتے۔ انسان کو کبھی بھی کسی چیز کو نہیں چھوڑنا چاہیے، جیسے کہ کسی شخص کی عمر، اسے سچ بولنے سے روکنا اور مہربانی سے اسے بہتر کے لیے اپنا رویہ بدلنے کا مشورہ دینا۔ خواہ وہ اپنے والدین ہی کیوں نہ ہوں پھر بھی انہیں یہ فرض ادا کرنا چاہیے کیونکہ یہ سلوک ان کے ساتھ حسن سلوک کا نچوڑ ہے۔ صرف اس لیے خاموش رہنا کہ وہ کسی کے والدین ہیں کسی شخص کا رویہ نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ انہیں مشورہ دینا ہر ایک کے لیے مزید مسائل کا باعث بنے گا۔

کندھے پر رونا تب ہی مفید ہے جب یہ کسی شخص کو بہتر کرنے کی طرف لے جائے۔ یہاں تک کہ اگر کسی خاص صورتحال میں کسی شخص کا رویہ درست ہے تو بھی کم ہے کہ وہ اس صورتحال سے ہمیشہ سبق سیکھ سکتا ہے، جس کی نشاندہی دوسروں کو کرنی چاہیے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، کسی کو دوسروں کو نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی تلقین کرنی چاہیے اور نہ صرف دوسروں کی پیٹھ تھپتھپا کر جذباتی مدد فراہم کرنا چاہیے۔ باب 5 :المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

## سماجی کاری - 72

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسی چیز پر غور کر رہا تھا جس کے بارے میں لوگ عام طور پر شکایت کرتے ہیں، خاص طور پر والدین۔ کسی شخص کی جوانی کے دوران ذمہ داریوں کے فقدان اور روزمرہ کا مشترکہ شیڈول شیئر کرنے کی وجہ سے، جیسے کہ ایک ہی اسکول میں جانا، لوگ دوسروں کے ساتھ مضبوط اور قریبی رشتے بناتے ہیں، جیسے بہن بھائی یا دوست۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی ذمہ داریاں بڑھتی اور مختلف ہوتی ہیں اور ان کے روزمرہ کے نظام الاوقات میں تبدیلی کی وجہ سے لوگ مختلف خصوصیات اپناتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے درمیان تعلقات کمزور ہو جاتے ہیں اور بعض صورتوں میں وہ ایک دوسرے سے کافی دور ہو جاتے ہیں۔

یہ اکثر ان گھروں میں دیکھا جاتا ہے جن کے بہت سے بہن بھائی یا دوستوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اپنی زندگی میں منفرد راستہ بنایا ہے جو دوسروں سے مختلف ہے۔ یہ اس کی لامحدود قدرت کی نشانی ہے۔ اربوں لوگ ابھی تک، کوئی دو راستے ایک جیسے نہیں ہیں۔ ان راستوں میں فرق لوگوں کے ایک دوسرے سے دور ہونے کی بنیادی وجہ ہے۔ بہترین دوست صرف نام سے دوست بنتے ہیں۔ قریبی بہن بھائی جذباتی طور پر ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ تقدیر کا ایک حصہ ہے اور واقعی ناگزیر ہے۔ اس نکتے کو سمجھنا ضروری ہے کیونکہ کچھ لوگ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ناشکرے ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنی زندگی میں آنے والی تبدیلیوں کو ناپسند کرتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ ان کے تعلقات میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ لیکن ان کی زندگیوں میں یہ تبدیلیاں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے منتخب کی ہیں لہذا انہیں ناپسند کرنا اللہ تعالیٰ کے انتخاب کو ناپسند کرنا ہے۔ ایک مسلمان کو چیزوں کو مثبت انداز میں دیکھنا چاہیے۔ یعنی انہیں امید رکھنی چاہئے کہ آخرت میں ایک دن وہ مضبوط رفاقت جو انہوں نے کسی کے ساتھ بانٹ دی تھی وہ ایک بار پھر جعلی ہو جائے گی لیکن اس سے کہیں زیادہ بلند اور اٹوٹ سطح پر۔ اس امید سے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کا زیادہ فرمانبردار بننے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنے کی ترغیب دینی چاہیے، یہ جانتے ہوئے کہ یہ نتیجہ صرف اس کے فرمانبردار بندوں کو ہی ملے گا۔ اس کے علاوہ، یہ ایک مسلمان کو اپنے ساتھی کی خواہش اور دعا کرنے کا باعث بنے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ محنت کرے۔ سنن ابو داؤد نمبر 1534 میں موجود حدیث کے مطابق یہ عمل صالح ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود 1534 حدیث پر عمل کرنے کا بھی ثواب ملے گا۔ یہ نصیحت کرتا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ محبت نہ کرے۔ دوسروں کے لیے جو وہ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ لہذا اس ذہنیت کو اپنانے سے ایک مسلمان کو ناشکری سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری

میں زیادہ محنت کرنے اور زیادہ اجر حاصل کرنے میں مدد ملے گی، اس امید کے ساتھ کہ وہ ایک بار پھر اپنے ساتھی کے ساتھ ایک مضبوط بندھن حاصل کر سکیں گے۔ باب 15 الحجر، آیت 47:

اور جو کچھ ان کے سینوں میں ہے ہم اسے نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی ہوں گے، تختوں پر "آمنے سامنے ہوں گے۔"

## سماجی کاری - 73

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک عجیب رویہ پر غور کر رہا تھا جو بہت سے لوگوں نے اپنایا ہے۔ جب ان سے ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جس سے وہ بے خبر ہوتے ہیں تو وہ سچائی کو تسلیم کرنے کے بجائے ایسا جواب دیتے ہیں جس کی سچائی میں کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔ یہ خاص طور پر اسلام سے جڑے معاملات میں ایک سنگین مسئلہ بن سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو غلط معلومات دینے پر سزا مل سکتی ہے جس پر دوسرے عمل کرتے ہیں۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نادانی سے چیزوں کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا۔ ان لوگوں کی وجہ سے اسلام کے ساتھ عجیب و غریب عقائد و رسوم وابستہ ہو گئے ہیں جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے حق سے بہت بڑا انحراف ہے۔ درحقیقت مسلمانوں نے بہت سی ثقافتی رسومات کو اپنایا ہے اور انہیں اسلام کا حصہ ماننا اسی جاہلانہ ذہنیت کی وجہ سے رونما ہوا ہے۔

یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ اگر وہ محض اعتراف کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں تو وہ دوسروں کو بے وقوف دکھائی دیں گے۔ یہ ذہنیت اپنے آپ میں انتہائی احمقانہ ہے کیونکہ نیک پیشرو اپنی جہالت کو تسلیم کرنے کی اہمیت پر زور دیتے تھے تاکہ دوسرے گمراہ نہ ہوں۔ درحقیقت، صالح پیش رو صرف اس شخص کو سمجھیں گے جو اس طرح کا برتاؤ کرے اور جو ان کے ہر سوال کا جواب دے اسے احمق شمار کرے۔

یہ رویہ اکثر ان بزرگوں میں دیکھنے میں آتا ہے جو اکثر اپنے بچوں کو دنیا اور دین سے متعلق مسائل پر نصیحت کرتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ اپنی لاعلمی کا اعتراف کریں اور انہیں کسی ایسے شخص کی طرف لے جائیں جو سچائی سے واقف ہو۔ جب بزرگ اس طرح سے کام کرتے ہیں تو وہ اپنے زیر کفالت افراد کی صحیح رہنمائی کرنے میں اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کرتے ہیں جس کا اشارہ سنن ابوداؤد نمبر 2928 میں موجود حدیث میں آیا ہے۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے صحیح علم حاصل کریں  
خواہ دنیوی ہو یا دینی، اور اگر وہ کسی چیز سے ناواقف ہوں تو اسے تسلیم کر لیں کیونکہ اس  
سے ان کے درجات میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ اگر کچھ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اور لوگ ان کی  
ایمانداری کی قدر کریں گے۔

## سماجی کاری - 74

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے دوسروں کو نصیحت کرنے کے سلسلے میں ایک اہم نکتہ کو سمجھنا ضروری ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں لیکن مسلمان کو ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے جیسے وہ دوسروں پر حاکم بنا ہوا ہو۔ یہ رویہ صرف غصے اور تلخی کا باعث بنتا ہے خاص طور پر جب دوسرے ان کے مشورے پر عمل نہیں کرتے۔ مسلمانوں کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ دوسروں کو نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کریں لیکن انہیں اپنے مشورے کے معنی پر زور دینے سے گریز کرنا چاہیے، چاہے وہ شخص ان کے مشورے پر عمل کرے یا نہ کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے سب سے بڑے استاد اور رہنما یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی کہ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اس کے نتائج پر زور نہ دیا جائے تو کوئی مسلمان کیسے ایسا دعویٰ کر سکتا ہے یا برتاؤ کر سکتا ہے۔ وہ دوسروں کے ذمہ دار ہیں۔

باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

تو یاد دلاؤ، [اے محمد]؛ تم صرف ایک یاد دہانی ہو۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

مسلمان جو کنٹرولر کے طور پر برتاؤ کرتا ہے وہ نہ صرف اس وقت تلخ ہوتا ہے جب لوگ ان کی نصیحت پر عمل کرنے میں ناکام رہتے ہیں بلکہ اس سے وہ دوسروں کو نصیحت کرنا چھوڑ دیتے ہیں جو ان کی استطاعت کے مطابق تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

اس کے علاوہ یہ رویہ مسلمانوں کو اپنے اور اپنے فرائض سے بھی غافل کر دے گا کیونکہ وہ دوسروں کے فرائض میں اپنے بارے میں بہت زیادہ مصروف ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے میں ثابت قدم رہیں لیکن ان کی نصیحت کے نتائج کو دیکھنے اور اس کی فکر کرنے سے گریز کریں۔

## سماجی کاری - 75

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح اور خلوص کے ساتھ نصیحت کریں کیونکہ سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود حدیث کے مطابق یہ اسلام کا ایک پہلو ہے۔ اپنے کردار کی بنیاد پر مشورہ لینے کے بجائے۔ یہ درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت ہے، جنہوں نے مختلف لوگوں سے ایک ہی چیز کے بارے میں سوال کرنے پر مختلف نصیحتیں فرمائیں۔ یہ اہم ہے کیونکہ لوگ مختلف ہوتے ہیں اور جو ایک شخص دوسرے کو برداشت کرنے کے قابل سمجھتا ہے وہ نہیں ہو سکتا اس لیے سائل کے کردار کی بنیاد پر مشورہ دینا بہتر ہے۔ یہ رویہ متعصبانہ رائے دینے کے امکانات کو کم کر دے گا جو ان کے اپنے کردار اور طرز زندگی کے مطابق ہے۔

اس کے علاوہ، زیادہ تر معاملات میں حلال معاملات میں یہ بہتر ہے کہ لوگوں کو براہ راست مشورہ نہ دیا جائے کہ کیا کرنا ہے، اس کے بجائے انہیں مشورہ دیا جائے اور ان کی مدد کی جائے کہ وہ ہر ممکنہ انتخاب کے فائدے اور نقصانات کی فہرست جمع کریں اور پھر اس فہرست کی بنیاد پر باخبر فیصلہ کریں۔ یہ زیادہ تر ممکنہ طور پر ایک بہتر اور تسلی بخش نتیجہ کی طرف لے جائے گا اور یہ مستقبل میں کسی شخص کو اپنے مشیر پر الزام لگانے سے روکتا ہے کیونکہ انہوں نے انہیں براہ راست مشورہ نہیں دیا تھا کہ وہ مخصوص آپشن کا انتخاب کریں۔

آخر میں، کسی شخص کو یہ تسلیم کرنے میں کبھی شرم نہیں آنی چاہیے کہ وہ کسی معاملے کے بارے میں غیر یقینی ہیں اور دوسروں کو مشورہ دینا چاہیے کہ اگر ضروری ہو تو کسی سے زیادہ اہل سے مشورہ لیں۔

## سماجی کاری - 76

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں مسلمانوں کو دوسروں پر رحم کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی نمبر 1924 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت ہے کہ مخلوق پر رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرے گا۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے، کہ رحم کرنا صرف اپنے اعمال سے نہیں ہے، جیسے غریبوں کو دولت عطیہ کرنا۔ یہ درحقیقت کسی کی زندگی کے ہر پہلو اور دوسروں کے ساتھ تعامل کا احاطہ کرتا ہے، جیسے کہ کسی کے الفاظ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خبردار کرتا ہے جو صدقہ دے کر دوسروں پر رحم کرتے ہیں کہ ان کی گفتگو کے ذریعے رحم نہ کرنا، جیسے کہ دوسروں پر کیے گئے احسانات کو شمار کرنا، ان کے اجر کو منسوخ کر دیتا ہے۔ باب 2 البقرہ، آیت 264

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے صدقات کو نصیحت یا ایذا پہنچا کر باطل نہ کرو۔"

حقیقی رحم ہر چیز میں ظاہر ہوتا ہے: کسی کے چہرے کے تاثرات، کسی کی نظر اور اس کی گفتگو کا لہجہ۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل رحمت تھی اور اس لیے مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ رحم کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح کر دیا ہے کہ اگرچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان گنت خوبصورت اور اعلیٰ صفات کے حامل تھے،

لیکن وہ جس نے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ لوگوں کے دل ان کی طرف اور اسلام کی طرف رحمت  
تھے۔ باب 3 علی عمران، آیت 159

پس اللہ کی رحمت سے، [اے محمد]، آپ نے ان کے ساتھ نرمی کی۔ اور اگر تم بدتمیز ہوتے اور دل " "میں سخت ہوتے تو وہ تمہارے اردگرد سے ہٹ جاتے۔

یہ واضح طور پر متنبہ کرتا ہے کہ بغیر رحم کے لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے  
بھاگ جاتے۔ اگر ان کے بارے میں یہ معاملہ تھا حالانکہ وہ ان گنت خوبصورت صفات کے مالک  
تھے تو وہ مسلمان جو ایسی اعلیٰ صفات کے حامل نہیں ہیں، وہ سچی رحم دلی کے بغیر دوسروں  
جیسے کہ ان کے بچوں پر مثبت اثرات کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں؟

سیدھے الفاظ میں مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور  
دوسرے لوگوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں جو کہ بلاشبہ سچی اور مکمل رحمت ہے۔

## سماجی کاری - 77

مسلمانوں کے لیے، خاص طور پر اس دور اور دور میں، ان لوگوں کے درمیان فرق کو سمجھنا ضروری ہے جو مثبت تبدیلی کے ذریعے لوگوں کو حقیقی طور پر فائدہ پہنچانے کے لیے بعض ایسے موضوعات پر بحث کرتے ہیں جنہیں متنازعہ سمجھا جا سکتا ہے اور ان لوگوں کے درمیان فرق کو سمجھنا جو ان مسائل پر محض اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے۔ دوسروں کی توجہ جو لوگ معاشرے میں مثبت تبدیلی کے خواہاں ہیں وہ ہمیشہ دوسروں کے تئیں احترام اور اچھے کردار کا مظاہرہ کریں گے خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جو وہ اپنے الفاظ کے ذریعے چیلنج کر رہے ہیں۔ وہ اپنے نقطہ نظر کا اعلان کرنے کے لئے کبھی بھی فحش زبان یا اعمال کا نتیجہ نہیں لیتے ہیں۔ وہ اپنے نقطہ نظر کی تائید کے لیے غلط تشریح یا غلط معلومات کے بغیر جس موضوع پر بحث کر رہے ہیں اس کا مطالعہ اور سمجھتے ہیں۔ ان کی تنقید ہمیشہ تعمیری ہوتی ہے اور معاشرے کی بہتری کے لیے ان کا حقیقی اور مخلصانہ ارادہ ان کے طرز عمل اور الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی طرف مسلمانوں کو توجہ دینی چاہیے، اگر وہ درست ہیں تو اس سے سب کے لیے معاشرہ بہتر ہو جائے گا۔ لیکن اگر ان کا نقطہ نظر غلط ہے تو وہ سچائی کو اس وقت قبول کریں گے جب دوسروں کے ذریعہ ان پر واضح کیا جائے گا۔ لیکن جو لوگ اس صحیح رویے کے خلاف رویہ اختیار کرتے ہیں، خواہ وہ میڈیا میں پائے جائیں یا کہیں اور، انہیں نظر انداز کر دینا چاہیے، کیونکہ وہ لوگوں کی زندگیوں میں بہتری نہیں چاہتے۔ وہ توجہ کے لیے بھوکے ہیں اور ایک شیر خوار بچے کی طرح دوسروں کی توجہ مبذول کروانے کے لیے کام کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسی ویڈیوز یا دیگر مواد کو گردش نہ کریں جو اس طرح کے لوگوں سے منسلک ہوں، کیونکہ وہ ان کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں اور انہیں وہ توجہ دے رہے ہیں جس کی وہ بری طرح خواہش رکھتے ہیں۔ ان لوگوں سے بحث کرنا ان کی بری نیت اور رویے کی وجہ سے وقت کا مکمل ضیاع ہے۔ مسلمانوں کو اس کے بجائے اپنی کوششیں دوسری مفید جگہوں پر لگائیں جس سے ان کو اور دونوں جہانوں میں دوسروں کو فائدہ ہو۔

## سماجی کاری - 78

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کورونا وائرس کے پھیلنے پر بہت سے ممالک کے ردعمل اور اس کے پھیلاؤ کو کم کرنے کی کوششوں کے بارے میں بتایا۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کریں، باب 4 النساء آیت 59

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم " ...میں سے حاکم ہیں

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام معاملات میں حکومت کی اطاعت کریں جو قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے متصادم نہ ہوں، یعنی ان امور میں جو عام لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی حکومت کی طرف سے دی گئی نصیحتوں اور احکامات پر عمل کریں اور انہیں نظر انداز کر کے معاشرے اور اسلام کے لیے مزید مسائل پیدا نہ کریں۔

اس کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنن نسائی نمبر 4204 میں موجود ایک حدیث میں یہ نصیحت کی ہے کہ دین دوسروں کے لیے مخلص ہونا ہے جس میں صاحب اختیار بھی شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان معاملات میں ان کا ساتھ دینا چاہیے جو فائدہ مند

ہوں اور معاشرے کو نقصان سے بچائیں، جیسے سماجی پابندیاں جو حکومتوں کی طرف سے لگائی گئی ہیں۔

آخر میں اس حدیث میں عام لوگوں کے ساتھ مخلص ہونے کا بھی ذکر ہے۔ یہ معاشرے کے تمام افراد پر لاگو ہوتا ہے چاہے ان کے عقیدے سے کوئی تعلق ہو یا کوئی انہیں ذاتی طور پر جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ اگرچہ کسی مسلمان یا ان کے چاہنے والوں کو کورونا وائرس سے متاثر ہو کر شدید نقصان کا خطرہ نہیں ہو سکتا، معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں نقصان اور موت کا شدید خطرہ ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ مخلص ہونے کے لیے، ایک مسلمان کو حکومت کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں کی پابندی کرنی چاہیے، کیونکہ ان پابندیوں کا مقصد ان کی حفاظت اور وائرس کے پھیلاؤ کو روکنا ہے۔

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے سیاسی اور مذہبی رہنمائوں کی ہر اس چیز میں مدد کرے جو اسلام کی نظر میں قابل تعریف ہو، جیسے کہ معاشرے کو فائدہ پہنچانے والی چیزیں۔ جیسا کہ پہلے نقل کی گئی آیت سے اشارہ ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ایک پہلو ہے۔

## سماجی کاری - 79

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اچھی چیزوں کے بارے میں بتایا جو ایک مشہور شخص نے کیا تھا اور جنہوں نے ان کی تعریف کی تھی۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جب وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں تو حقیقت میں خود کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لیے کہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس اہم فرض کو پورا کرنے سے ایک اجر ملتا ہے۔

اس کے علاوہ، جب کوئی دوسروں کے ساتھ مہربان ہوتا ہے تو وہ زندہ رہتے ہوئے ان کے لیے دعا کرتا ہے جس سے انہیں فائدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح مسلم نمبر 6929 میں موجود ایک حدیث میں نصیحت فرمائی ہے کہ کسی شخص کے لیے پوشیدہ طور پر کی گئی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ جو لوگوں کے ساتھ مہربان ہے وہ اکثر ضرورت کے وقت دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ سیدھے الفاظ میں، ایک دوسرے کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، لوگ ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے دعا کریں گے جس کا جواب ضرور دیا جائے گا، جیسا کہ قرآن کریم میں درج ہے۔ باب 59 الحشر، آیت 10

یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے... ”...پہلے ہیں

آخر کار جو شخص دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی شفاعت حاصل کرے گا، جس دن لوگ دوسروں کی شفاعت کے لیے بے چین ہوں گے۔ اس کی تصدیق صحیح بخاری نمبر 7439 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

لیکن جو لوگ دوسروں کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی ذمہ داریاں ادا کریں، وہ ان فوائد سے محروم رہیں گے جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک کہ ان کا شکار پہلے انہیں معاف نہ کر دے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ظالم کی نیکیاں ان کے مظلوم کو اور اگر ضرورت پڑی تو مظلوم کے گناہ ان کے مظلوم کو دے دیے جائیں گے۔ اس سے ظالم کو جہنم میں ڈالا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔

لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے اپنے ساتھ حسن سلوک کرے، جیسا کہ حقیقت میں دونوں جہانوں میں اس کا اپنا فائدہ ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 6

“...اور جو کوشش کرتا ہے وہ صرف اپنے لیے ہی کوشش کرتا ہے”

## سماجی کاری - 80

میں نے ایک خبر پڑھی، جس پر میں مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ کوئی شخص کس طرح دلائل سے بچ سکتا ہے اور اس کے بجائے چیزوں پر بالغانہ انداز میں گفتگو کر سکتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ایک سچے مسلمان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنی رائے کو فروغ دینے کے لیے دوسروں سے بحث یا بحث نہ کرے۔ اس کے بجائے انہیں سچائی کو فروغ دینے کے لیے معلومات پیش کرنی چاہیے۔ اس کا اطلاق دنیاوی اور دینی دونوں معاملات پر ہوتا ہے۔ جس کا مقصد حق کو فروغ دینا ہو وہ بحث نہیں کرے گا۔ صرف وہی جو خود کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت سے لوگوں کے خیال کے برعکس، دلائل جیتنے سے کسی کے درجے میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ دونوں جہانوں میں انسان کا رتبہ صرف اس وقت بڑھتا ہے جب کوئی بحث کرنے سے گریز کرتا ہے اور اس کے بجائے سچ کو پیش کرتا ہے یا جب اسے پیش کیا جاتا ہے تو اسے قبول کرتا ہے۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ بات چیت کرتے وقت دوسروں کے ساتھ آگے پیچھے جانے سے گریز کرے کیونکہ یہ بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ جھگڑا کرنے سے بچنا ضروری ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھگڑا ترک کرنے والے کے لیے جنت کے بیچوں بیچ ایک گھر کا وعدہ کیا ہے، حالانکہ وہ صحیح ہیں۔ جامع ترمذی نمبر 1993 میں ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہی صحیح ذہنیت ہے جس کی طرف باب 16 النحل آیت 125 میں اشارہ کیا گیا ہے:

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے ” سے بحث کرو جو بہترین ہو۔“

ایک مسلمان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کا فرض یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو کسی چیز کو قبول کرنے پر مجبور کریں۔ ان کا فرض صرف سچ کو پیش کرنا ہے، کیونکہ زبردستی بحث کرنے کی خصوصیت ہے۔ باب 88 الغاشیہ، آیات 21-22

تو یاد دہانی کرو، تم صرف ایک یاد دہانی ہو۔ آپ ان پر کنٹرولر نہیں ہیں۔"

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، سچ کو پیش کرنے اور بغیر بحث کیے اسے قبول کرنے سے دوسروں کے ساتھ تعلقات بہتر ہوں گے اور تناؤ کم ہوگا۔

## سماجی کاری - 81

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے معاشرے کی ایک ممتاز شخصیت کے بارے میں اطلاع دی جس نے اس کردار سے ایک قدم پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا جو اس کے خاندان کا رکن ہونے کے ساتھ آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ آیا ایک فعال رکن بننا ہے اور اس کردار کو پوری طرح نبھانا ہے یا اس سے اور اس کے خاندان سے مکمل طور پر کٹ جانا ہے۔

بدقسمتی سے، اس قسم کا رویہ مسلمانوں میں خاص طور پر ایشیائی کمیونٹی میں بہت عام ہے۔ وہ اکثر اپنے رشتہ داروں کو انتہائی الٹی میٹم دیتے ہیں یعنی وہ یا تو ان کے ساتھ ہیں یا ان سے مکمل طور پر کٹ جاتے ہیں۔ یہ اسلام کی تعلیمات سے متصادم ہے، کیونکہ وہ اپنے ردعمل کی بنیاد اسلام کی تعلیمات کے بجائے اپنے جذبات اور خواہشات پر رکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی بیٹا کسی ایسے شخص سے شادی کرنا چاہتا ہے جو اس کے لیے اسلام میں حلال ہے لیکن جیسا کہ والدین اس کی پسند کو ناپسند کرتے ہیں، وہ اسے الٹی میٹم دیتے ہیں۔ وہ یا تو اس سے شادی نہ کرنے کا انتخاب کرتا ہے یا اگر وہ کرتا ہے تو وہ اس سے تعلقات منقطع کر دیں گے۔ یہ طرز عمل اسلام کی تعلیمات سے بالکل متصادم ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ کیسے نہیں سمجھتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی اور سے زیادہ نتائج پر غمزدہ ہوں گے۔ اور اگر وہ اپنے رشتہ دار سے تعلقات منقطع کر کے پوری طرح راضی ہونے کا دعویٰ بھی کریں تو بلاشبہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ درحقیقت یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 5984 کی ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ رشتہ توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ایسے سلوک کرنے والے سے رشتہ توڑ دیتا ہے جو اسے اپنے غلط فیصلے پر راضی ہونے سے روکتا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 5987 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لیے مسلمان کو اپنے رشتہ داروں یا دوستوں کے فیصلے سے صرف اس صورت میں منہ موڑنا چاہیے جب یہ ناجائز ہو۔ اگر یہ جائز ہے لیکن وہ ان کی پسند سے اختلاف کرتے ہیں تو انہیں مہربانی سے اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی شخص اپنی پسند کے مطابق آگے بڑھنے کا فیصلہ کرے تو اسے اسے قبول کرنا چاہئے اور ان کے ساتھ تعلق قائم رکھنا چاہئے اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کرنا چاہئے۔ انہیں ان کی حمایت جاری رکھنی چاہئے اور اگر ان کا انتخاب برا ہوتا ہے تو کبھی ان کی توبین نہ کریں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ لوگ کامل نہیں ہیں۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ

رشتہ دار یا دوست تعلقات کو برقرار رکھیں اور ایک دوسرے کا احترام کریں۔ یہ ایک فریضہ ہے جسے تمام مسلمانوں کو پورا کرنا چاہیے۔

## سماجی کاری - 82

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں بتایا گیا کہ کس طرح بعض کمیونٹیز کے کچھ نوجوان اپنے گھروں سے اس لیے بھاگ گئے کہ وہ سچی محبت سمجھتے تھے۔

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ سچی محبت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف راغب کرے، جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق سامنا کرنا شامل ہے۔ السلام علیکم اس لیے کہ اطاعت دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی اور سلامتی کا باعث بنتی ہے۔ جو شخص کسی شخص کے لیے حفاظت اور کامیابی کا خواہاں نہیں ہے وہ کبھی بھی ان سے حقیقی محبت نہیں کر سکتا چاہے وہ کیا دعویٰ کرے یا دوسرے شخص کے ساتھ کیسا سلوک کرے۔ جس طرح ایک شخص اس وقت خوش ہوتا ہے جب اس کا محبوب دنیاوی کامیابی حاصل کرتا ہے، جیسے کہ نوکری کی طرح، وہ اپنے محبوب سے بھی یہ خواہش کرے گا کہ وہ دونوں جہانوں میں ذہنی اور جسمانی سکون حاصل کرے۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی حفاظت اور کامیابی کی پرواہ نہیں کرتا، خاص طور پر اگلے جہان کے حوالے سے، تو وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔

ایک سچا عاشق اپنے محبوب کو دنیا یا آخرت میں مشکلات اور عذاب کا سامنا کرتے ہوئے جاننا اور دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اس لیے وہ ہمیشہ اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف راغب کرتے۔ اگر کوئی شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے بجائے کسی دوسرے کو اپنے ذاتی مفاد یا دوسروں کے مفاد کی طرف لے جائے تو یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہ ان سے حقیقی محبت نہیں رکھتے۔ یہ تمام رشتوں پر لاگو ہوتا ہے، جیسے دوستی اور رشتہ دار۔

لہذا، ایک مسلمان کو یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ آیا ان کی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کی محبت کی واضح علامت ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہ ان سے حقیقی محبت نہیں کرتے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

”اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

## سماجی کاری - 83

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ ایک شخص دوست سے کیسے متاثر ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ کس طرح ایک شخص نے اپنے دوست کو زندگی میں غلط راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دی جس کی وجہ سے وہ جیل جیسی سنگین پریشانی کا باعث بنے۔ کسی کو صرف ان لوگوں سے محتاط نہیں رہنا چاہئے جو بری خصوصیات کے حامل ہیں، کیونکہ وہ اپنے دوستوں پر منفی اثر ڈالیں گے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4833 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ لیکن ایک مسلمان کو ان لوگوں سے بھی 4833 ہوشیار رہنا چاہیے جو بظاہر ان سے سچی محبت رکھتے ہیں، خاص طور پر وہ لوگ جو اسلامی علم نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے پاس اسلامی علم نہیں ہے وہ بعض اوقات اپنے پیاروں کو غلط نصیحت کرتا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ اس نے پورا کیا اور اپنے ساتھی سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ مثال کے طور پر، ایک بیوی اپنے تھکے ہوئے شوہر کو مشورہ دے سکتی ہے کہ وہ اپنی فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بجائے گھر میں ادا کرے۔ اگرچہ بعض علماء کے نزدیک گھر میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن یہ نصیحت صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین روایتوں میں سے ایک سے ہٹ جائے گی۔ یہ بدلے میں انہیں اللہ تعالیٰ سے مزید دور لے جائے گا۔ اس بیوی کو یقین ہو سکتا ہے کہ اس نے محبت بھرے انداز میں برتاؤ کیا ہے، حالانکہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابن ماجہ نمبر 224 میں موجود ایک حدیث کے مطابق اسلامی علم حاصل کرنا انتہائی ضروری اور تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض چیزیں ظاہری طور پر مشکل معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے اندر بہت سی برکات موجود ہوتی ہیں۔ اور بہت سی چیزیں آسان اور حلال معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ صرف ایک کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، اس کے احکام کو بجا لاتے ہوئے، اس کی ممانعتوں سے اجتناب کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ، اور اس مشورے سے بیوقوف نہ بنیں جو ایک پیارا انہیں دیتا ہے۔ انہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ مشورہ ان کو فائدہ دے گا کیونکہ یہ ایک پیارے ساتھی کی طرف سے آیا ہے۔ وہ اس نصیحت کا موازنہ اسلام کی تعلیمات سے کریں اور اس پر صرف اس صورت میں عمل کریں جب اسلام اسے منظور کرے۔ اگر یہ اسے منظور نہیں کرتا ہے، تو انہیں اس پر عمل کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اپنے ساتھی کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق صحیح طریقہ کار کی نصیحت کرنا چاہیے۔

## سماجی کاری - 84

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں ایک ایسے شخص کے بارے میں بتایا گیا جو ایک مخصوص قانونی پیشہ اختیار کرنا چاہتا تھا اور اسے اپنے فیصلے کے بارے میں دوسروں سے، خاص طور پر اس کے رشتہ داروں سے ملنے والی مشکلات کے بارے میں بتایا گیا تھا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عام طور پر جب کوئی ایسا راستہ چنتا ہے جو دوسروں کے راستے سے مختلف ہو، جیسے کہ ان کے رشتہ دار اور دوست، تو انہیں ان کی طرف سے تنقید اور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ درحقیقت تنقید کی اکثریت کسی شخص کے رشتہ داروں کی طرف سے آتی ہے۔ مثال کے طور پر، جب کوئی مسلمان اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے پر زیادہ توجہ دینے کا فیصلہ کرتا ہے اور اگر یہ کوئی ایسی چیز ہے جس پر ان کے خاندان نے خود عمل نہیں کیا ہے، تو انہیں ان کی طرف سے تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان پر وہ لوگ بے وقوف اور انتہا پسند قرار دیں گے جن کے بارے میں وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ ان کے راستے پر ان کا ساتھ دیں گے۔ مسلمانوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے منتخب کردہ حلال راستے پر ثابت قدم رہیں اور سچی اطاعت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ رکھیں، جس میں ان نعمتوں کو استعمال کرنا شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے دی گئی ہیں، جیسا کہ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ ان مشکلات کو دور کرنے کے لیے قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

یہ لوگوں کی طرف سے ایک عام ردعمل ہے، جیسا کہ جب کوئی شخص زندگی میں دوسروں سے مختلف راستے کا انتخاب کرتا ہے تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کا راستہ برا یا برا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس شخص نے مختلف راستے کا انتخاب کیا ہے۔ اگرچہ وہ شخص اس بات پر یقین نہیں کرتا بلکہ صرف اس بات پر یقین رکھتے ہوئے ایک مختلف راستہ اختیار کرتا ہے کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے، پھر بھی انہیں تنقید کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم کی طرف سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا، کیونکہ انہوں نے دوسروں کو ایک اور بہتر راستے کی طرف دعوت دی۔

آخر میں، جب تک زندگی میں کسی کا راستہ حلال ہے، اسے ثابت قدم رہنا چاہیے اور دوسروں کی تنقید سے باز نہیں آنا چاہیے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے حالات اور کردار کو بہتر بنانے کی کوشش نہ کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حلال انتخاب کی پیروی سے باز نہیں آنا چاہیے۔

## سماجی کاری - 85

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ٹیم کے طور پر کام کرنے کے لیے کام پر ساتھیوں کے ساتھ مثبت انداز میں بات چیت کرنے کی اطلاع دی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مسلمانوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ مکمل طور پر مل جل کر رہیں۔ چونکہ لوگ مختلف طریقے سے بنائے گئے ہیں اور مختلف خصوصیات کے مالک ہیں ہر ایک کے ساتھ ملنا ممکن نہیں ہے۔ ذہنیت کے فرق کی وجہ سے، لوگ ہمیشہ ان لوگوں سے اختلاف کرتے ہیں جو مختلف ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ واحد شخص جو اس کو حاصل کرنے کے قابل ہو سکتا ہے وہ دو چہروں والا شخص ہے جو اپنے رویے اور رویے کو اس بات پر منحصر کرتا ہے کہ وہ کس کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ شخص بھی آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے نقاب ہو جائے گا۔ صرف اس وجہ سے کہ ایک شخص دوسروں کے ساتھ نہیں ملتا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ انہیں ناپسند کرتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ اپنے رویوں اور طرز عمل میں مختلف ہیں۔ بالکل سکول کے بچے کی طرح جو اپنی کلاس کے ہر بچے کے ساتھ دوست نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جن کے وہ دوست نہیں ہیں۔

اس لیے مسلمان کو غمگین نہیں ہونا چاہیے اگر وہ سب کے ساتھ نہ ہو، حتیٰ کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ لیکن تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ احترام سے پیش آئیں اور ہر ایک کے حقوق کو پورا کریں، چاہے وہ ان کے ساتھ کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ ایک مسلمان کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ اسلام اسی کا حکم دیتا ہے اور اگر کوئی ہر ایک کے ساتھ اس طرح عمل کرے تو وہ اختلاف کے باوجود لوگوں کے ساتھ اپنے میل جول کو پرامن اور مفید پائے گا۔

## سماجی کاری - 86

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے معاشرے کے اندر ایک بڑے مسئلے کا سامنا کیا ہے، یعنی جھوٹی خبروں کا پھیلاؤ۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ اس پر قابو پانا کتنا مشکل ہے، خاص طور پر سوشل میڈیا کے اس دور میں۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر عمل کریں اور معلومات کو دوسروں تک نہ پہنچائیں، یہاں تک کہ اگر انہیں یقین ہے کہ وہ پہلے معلومات کی تصدیق کیے بغیر ایسا کرنے سے دوسروں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ مطلب، انہیں یہ یقینی بنانا چاہیے کہ یہ قابل اعتماد ذریعہ سے آیا ہے اور درست ہے۔ باب 49 الحجرات، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، ایسا نہ ”  
“ہو کہ تم نادانی میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤ۔

اگرچہ، یہ آیت ایک بدکار شخص کی طرف اشارہ کرتی ہے جو خبریں پھیلاتا ہے، پھر بھی اس کا اطلاق ان تمام لوگوں پر ہو سکتا ہے جو دوسروں کے ساتھ معلومات بانٹتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے، ایک شخص یقین کر سکتا ہے کہ وہ دوسروں کی مدد کر رہا ہے لیکن غیر تصدیق شدہ معلومات پھیلانے سے وہ دوسروں کو نقصان پہنچا سکتا ہے، جیسے کہ جذباتی نقصان۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان اس سے غافل ہیں اور انہیں ٹیکسٹ میسجز اور سوشل میڈیا ایپلی کیشنز کے ذریعے معلومات کو بغیر تصدیق کیے آگے بھیجنے کی عادت ہے۔ ایسے معاملات میں جہاں معلومات کا تعلق مذہبی معاملات سے ہے، معلومات کو پھیلانے سے پہلے اس کی تصدیق کرنا اور بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ کسی کو دوسروں کے اعمال کی سزا ان کی فراہم کردہ غلط معلومات کی بنیاد پر مل سکتی ہے۔ صحیح مسلم نمبر 2351 میں موجود حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ، دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اور اس کا مسلمانوں پر کیا اثر ہو رہا ہے، اس کے ساتھ معلومات کی تصدیق کرنا اور بھی ضروری ہے، کیونکہ جو کچھ نہیں ہوا اس پر دوسروں کو تنبیہ کرنا نہ صرف معاشرے میں انتشار پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کے درمیان دراڑ کو بڑھاتا ہے۔ کمیونٹیز یہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔

ایک مسلمان کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا کہ انہوں نے قیامت کے دن غیر تصدیق شدہ معلومات دوسروں کے ساتھ کیوں شیئر نہیں کیں۔ لیکن وہ یقینی طور پر ان سے سوال کرے گا کہ کیا وہ دوسروں کے ساتھ معلومات کا اشتراک کرتے ہیں، چاہے وہ تصدیق شدہ ہو یا نہ ہو۔ لہذا، ایک ذہین مسلمان صرف تصدیق شدہ معلومات ہی شیئر کرے گا اور جو کچھ بھی تصدیق شدہ نہیں ہے، وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس کا جوابدہ نہیں ہوگا، چھوڑ دیں گے۔

## سماجی کاری - 87

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ماں کے بارے میں بتایا جس نے اس بات پر تبادلہ خیال کیا کہ شادی کے بعد اس کے بیٹے کا اس کے ساتھ سلوک کیسے بدل گیا۔ اس نے اپنی ماں کو نظر انداز کیا اور اپنی بیوی کے ساتھ الگ ہونے کے بعد شاذ و نادر ہی اس سے رابطہ کیا۔ لیکن اس ماں نے جو کچھ ہوا اس کے ساتھ رہنا سیکھ لیا اور یہ سمجھنے کا دعویٰ کیا کہ لوگ آتے جاتے ہیں۔

اس سے سیکھنے کا اہم سبق یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو کوئی رشتہ نصیب ہوتا ہے جیسے کہ بچہ یا بہن بھائی، تو وہ اس رشتے کے اصل مقصد کو سمجھے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ ہر معاملے میں انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنی صلاحیتوں کے مطابق سیکھنا چاہیے اور ان کے تنہا اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا چاہیے۔ لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں کیونکہ اسی نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں لوگوں کے حقوق ادا کریں۔ اگر کوئی سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرے تو وہ لوگوں سے نہ کبھی کسی چیز کی توقع کرے گا اور نہ ہی کسی چیز کا مطالبہ کرے گا۔ وہ ضرورت سے زیادہ خوش نہیں ہوں گے جب لوگ ان کے لیے کام کرتے ہیں، جیسے کہ شکرگزار ہونا، اور نہ ہی اگر وہ ان کو نظر انداز کرتے ہیں تو وہ غمگین ہوں گے۔ چونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر انسان کے حقوق ادا کیے ہیں، وہ صرف اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہیں، لوگوں سے نہیں۔ یہ کسی شخص کو غمگین یا افسردہ ہونے سے روکے گا اگر اس کا رشتہ دار یا دوست ان کی مدد کرنے کے برسوں بعد انہیں نظر انداز کرتا ہے۔ بدقسمتی سے، بہت سے مسلمان غلط نیت سے تعلقات استوار کرتے ہیں۔ وہ اپنے شریک حیات اور بچوں سے کچھ واپس لینے کی خاطر شادی کرتے ہیں اور بچے پیدا کرتے ہیں۔ زیادہ تر معاملات میں، خاص طور پر اس دن اور عمر میں، اگر وہ یہ رویہ اختیار کریں گے تو وہ مایوس ہو جائیں گے۔ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نیت کو درست کرے اور لوگوں سے رابطہ قائم کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تعلقات استوار کرے اور اس لیے صرف اسی سے فائدہ اور اجر طلب کرے۔ جو بھی اس طرح عمل کرتا ہے اس کا ثبوت ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا نہ دنیا میں مایوس ہو گا اور نہ آخرت میں۔ باب 65 میں طلاق، آیت

اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔“

جس نے غلط نیت اختیار کی اور لوگوں سے واپسی کی خاطر تعلقات بنائے اس نے لوگوں پر بھروسہ کیا۔ اور جو بھی بھروسہ کرتا ہے اور لوگوں پر بھروسہ کرتا ہے وہ جلد یا بدیر نیچا ہو جائے گا۔ باب الحج، آیت 22 73

“کمزور (حقیقت میں) تلاش کرنے والے اور تلاش کرنے والے ہیں۔“

اس بحث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان دوسروں کے لیے جو کچھ اس نے کیا ہے اس پر ان کا شکر ادا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا حصہ ہے، جامع ترمذی نمبر 1954 میں موجود حدیث کے مطابق۔ کوئی شخص کسی مسلمان کو اپنے کیے کی تعریف نہیں کرتا، اسے اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیے، لوگوں کی نہیں۔

## سماجی کاری - 88

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس میں ثقافت اور معاشرے میں وقت کے ساتھ ساتھ رونما ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر کیا گیا۔ اگر کوئی صالح پیشواؤں کی زندگیوں کا مطالعہ کرے تو ان میں اور آج کے مسلمانوں میں بہت سے فرق نظر آئیں گے۔ ایک بڑا فرق یہ ہے کہ لوگ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں، جو ان کے علم کے مطابق تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس رویے کی تبدیلی کو سمجھنا ضروری ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے درمیان بڑھتے ہوئے بہت سے جھگڑوں اور دشمنیوں کو روک سکتا ہے۔ ماضی میں مسلمان ان لوگوں سے محبت کرتے تھے جو انہیں نیکی کی تلقین کرتے تھے اور برے کاموں سے خبردار کرتے تھے۔ درحقیقت وہ کسی کو اس وقت تک مخلص دوست نہیں سمجھتے تھے جب تک کہ وہ اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں۔ وہ درحقیقت ان لوگوں سے بھی محبت کرتے تھے جو انہیں ایسی چیزوں کی نصیحت کرتے تھے جنہیں اسلام میں گناہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ صرف ناپسندیدہ چیزیں تھیں۔ یہ ایک بڑی تبدیلی ہے جو آئی ہے۔ آج کل بہت سے مسلمان اس انداز میں تعمیری تنقید کو ناپسند کرتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں جہاں غیر قانونی چیزیں واقع ہو رہی ہوں، ایک مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق نرمی اور مہربانی کے ساتھ اس کے خلاف تنبیہ کرے، خواہ دوسروں کو ان کا طرز عمل ناپسند ہو۔ لیکن اکثر صورتوں میں جہاں دوسرے گناہ نہیں کر رہے ہوتے بلکہ محض ناپسندیدہ کاموں کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں تو ایک مسلمان کے لیے بہتر ہے کہ وہ ان پر تنقید نہ کرے کیونکہ اس سے صرف دشمنی، جھگڑے ہی جنم لیں گے اور اس سے کسی کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ دوسروں کو ملنے والے منفی ردعمل کی وجہ سے مشورہ دینا چھوڑ دیں۔ مستثنیٰ اس وقت ہوتا ہے جب نصیحت کرنے والے کو اس طرح مشورہ دیا جانا پسند ہو۔ لہذا جو مسلمان اپنی ذمہ داری پوری کرنا چاہتا ہے اور دوسروں سے جھگڑے سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ نیکی کا حکم دے اور حرام سے تنبیہ کرے لیکن ان دو قسموں میں سے نہ آنے والی چیزوں کو چھوڑ دے۔

## سماجی کاری - 89

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مختلف سنن ابن ماجہ نمبر 701 میں موجود معاشروں میں پائی جانے والی نائٹ لائف کلچر پر رپورٹ کیا۔ ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام کی فرض نماز سے پہلے سونے کو ناپسند کرتے تھے اور اس کے بعد گفتگو میں مشغول ہونے کو ناپسند کرتے تھے۔

اگرچہ شام کی فرض نماز سے پہلے سونا ممنوع نہیں ہے، لیکن پہلے پڑھنا زیادہ بہتر اور محفوظ ہے، کیونکہ اس سے پہلے سونا اس کا وقت گزر جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، اگر کوئی جاگنے کا انتظام کر بھی لے، تو نیند کی وجہ سے ہونے والی کابلی اسے پوری طرح توجہ مرکوز کرنے سے روک سکتی ہے، اس طرح ان کے اجر کو کم کر سکتا ہے۔ آخر میں بہتر یہ ہے کہ اسے اور باقی تمام فرض نمازوں کے ہوتے ہی پڑھ لیا جائے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین اعمال میں سے ایک ہے، سنن نسائی نمبر 612 میں موجود حدیث کے مطابق۔ اور اس طرح کا برتاؤ ایک سچے مومن کی نشانی ہے۔ باب 4 النساء، آیت 103

”بے شک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات کے لیے فرض کی گئی ہے۔“

بدقسمتی سے، یہ ایک عام رواج بن گیا ہے، خاص طور پر ایشیائی مسلمانوں میں، شام کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد دنیاوی اجتماعات اور گفتگو کرنا۔ اگرچہ یہ ممنوع نہیں ہے پھر بھی یہ اکثر فضول گفتگو کا باعث بنتا ہے جو کہ وقت کا ضیاع ہے۔ یہ ان کے لیے قیامت کے دن بڑے افسوس کا باعث ہو گا، خاص طور پر جب وہ اپنے وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے والوں کو ملنے والے انعام کا مشاہدہ کریں گے۔ یہ اکثر گناہوں کی طرف لے جاتا ہے، جیسے گپ شپ، غیبت اور غیبت۔ اور اگر کوئی اس سے محفوظ رہا تو بھی شام کو بلا ضرورت جاگنا انہیں مزید تھکاوٹ کا باعث بنے گا، اس طرح ان کے لیے بیدار ہونا اور فجر کی فرض نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرنا مشکل ہو

جائے گا۔ یہ تھکاوٹ اکثر اس وجہ سے ہوتی ہے کہ بہت سے مسلمان فجر کی فرض نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا نہیں کرتے۔ یہ تھکاوٹ کسی کو نفلی نماز پڑھنے سے بھی روک سکتی ہے جو کہ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز ہے، سنن نسائی نمبر 1614 میں موجود ایک حدیث کے مطابق۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

## سماجی کاری - 90

مسلمانوں کو اپنے دشمنوں یعنی شیطان، اپنے باطنی شیطان اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دینے والوں کے خلاف ثابت قدم رہنا چاہیے۔ کسی مسلمان کو جب بھی ان دشمنوں کی طرف سے آزمائش میں ڈالے اللہ کی اطاعت سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔ اس کے بجائے انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا چاہیے جس میں اس کے احکام کو پورا کرنا، اس کی ممانعتوں سے پرہیز کرنا اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ یہ ان جگہوں، چیزوں اور لوگوں سے اجتناب کرنے سے حاصل ہوتا ہے جو انہیں گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دیتے اور فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ شیطان کے جال سے بچنا صرف اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح راستے میں پھنسنے سے صرف اسی طرح علم رکھنے سے بچا جاتا ہے۔ شیطان کے جال سے بچنے کے لیے اسلامی علم کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان قرآن پاک کی تلاوت میں زیادہ وقت صرف کر سکتا ہے لیکن اپنی جہالت کی وجہ سے وہ غیبت جیسے گناہوں کے ذریعے اپنے اعمال صالحہ کو سمجھے بغیر برباد کر سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو ان حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے ان کے لیے تیاری کریں اور اس کے بدلے میں بے شمار اجر حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس راہ میں جدوجہد کرنے والوں کے لیے صحیح رہنمائی کی ضمانت دی ہے۔ باب 29 العنکبوت، آیت 69:

”اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی راہیں ضرور دکھائیں گے۔“

جبکہ جہالت اور نافرمانی کے ساتھ ان حملوں کا سامنا کرنا دونوں جہانوں میں مشکلات اور رسوائی کا باعث بنے گا۔ اسی طرح ایک سپاہی جس کے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی ہتھیار نہیں وہ شکست کھا جائے گا۔ ان حملوں کا سامنا کرتے وقت ایک جاہل مسلمان کے پاس اپنے دفاع کے لیے کوئی ہتھیار نہیں ہوگا جس کے نتیجے میں ان کی شکست ہوگی۔ جبکہ باشعور مسلمان کو وہ طاقتور ترین ہتھیار مہیا کیا جاتا ہے جس پر قابو نہیں پایا جا سکتا اور نہ مارا جا سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی

مخلصانہ اطاعت۔ یہ صرف خلوص نیت سے اسلامی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

## سماجی کاری - 91

جامع ترمذی نمبر 2501 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بے ہودہ یا بری بات سے خاموش رہے اور صرف اچھی بات کہے اللہ تعالیٰ اسے دونوں جہانوں میں محفوظ رکھے گا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کیونکہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کی بنیادی وجہ ان کی تقریر ہے۔ جامع ترمذی نمبر 2616 میں موجود حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ درحقیقت قیامت کے دن کسی شخص کو جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک ہی برے لفظ کی ضرورت ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 2314 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

تقریر تین طرح کی ہو سکتی ہے۔ پہلی بری بات ہے جس سے ہر حال میں بچنا چاہیے۔ دوسری فضول گفتگو ہے جس سے صرف وقت ضائع ہوتا ہے جس کے نتیجے میں قیامت کے دن بڑی پشیمانی ہوگی۔ مزید برآں، گنہگار تقریر کا پہلا قدم اکثر بیہودہ تقریر ہے۔ لہذا اس قسم کی تقریر سے بچنا زیادہ محفوظ ہے۔ آخری قسم اچھی تقریر ہے جسے ہمیشہ اپنانا چاہیے۔ ان پہلوؤں کی بنیاد پر تقریر کا دو تہائی حصہ زندگی سے نکال دینا چاہیے۔

اس کے علاوہ جو زیادہ بولتا ہے وہ صرف اپنے اعمال اور آخرت پر تھوڑا سا غور کرے گا کیونکہ اس کے لیے خاموشی ضروری ہے۔ یہ کسی کو ان کے اعمال کا اندازہ لگانے سے روکے گا، جو کسی کو مزید نیک اعمال کرنے اور اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس شخص کو پھر بہتر کے لیے تبدیل کرنے سے روکا جائے گا۔

بہت زیادہ بولنا ان چیزوں میں ملوث ہو جائے گا جن سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے اور دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے، جیسے ٹوٹے ہوئے اور ٹوٹے ہوئے تعلقات۔ اس کے علاوہ جو ان باتوں سے پرہیز کرتا ہے جن سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ اس کے اسلام کو بہترین نہیں بنائے گا۔ جامع ترمذی نمبر 2317 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تنبیہ کی گئی ہے۔ ایمان کو بہترین بنانے کی کوشش میں نجات ہے۔

بہت زیادہ بولنا بھی باقاعدہ بحث اور اختلاف کا باعث بنتا ہے جو کہ صرف بولنے والے اور دوسروں کے لیے تناؤ کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ فضول اور بری باتوں سے اجتناب اس سے بچ جائے گا اور اس طرح انسان کو سکون ملے گا۔

آخر میں، جو لوگ بہت زیادہ بولتے ہیں وہ اکثر ایسی چیزوں پر بحث کرتے ہیں جو دل لگی اور مزے کی ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ ایسی ذہنیت اختیار کریں گے جس کے تحت وہ موت اور آخرت جیسے سنگین مسائل پر بحث کرنا یا سننا پسند نہیں کرتے۔ یہ انہیں آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے سے روک دے گا، جس کی وجہ سے بڑے پشیمانی اور ممکنہ عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ان سب سے بچا جا سکتا ہے اگر کوئی گناہ اور لغو باتوں سے خاموش رہے اور اس کے بجائے صرف اچھی باتیں کہے۔ لہذا اس طرح خاموش رہنے والا دنیا میں مصیبت اور آخرت میں عذاب سے بچ جائے گا۔

## سماجی کاری - 92

صحیح بخاری نمبر 6116 کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو غصہ نہ کرنے کی نصیحت کی۔

درحقیقت اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی کبھی غصہ نہ کرے کیونکہ غصہ ایک فطری صفت ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی پائی جاتی ہے۔ درحقیقت، بعض غیر معمولی معاملات میں غصہ مفید ہو سکتا ہے جیسے کہ اپنے دفاع میں۔ اس حدیث کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے غصے پر قابو رکھنا چاہیے تاکہ یہ اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف نہ لے جائے، جس کا عملی مظاہرہ انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غصہ بہت سی برائیوں کو جنم دیتا ہے اور اس پر قابو رکھنا بہت سی بھلائیوں کا باعث بنتا ہے۔

سب سے پہلے یہ نصیحت ان تمام اچھی خصوصیات کو اپنانے کا حکم ہے جو غصے پر قابو پانے کی ترغیب دیں، جیسے صبر۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ آدمی اپنے غصے کے مطابق کام نہ کرے۔ اس کے بجائے، انہیں اس پر قابو پانے کے لئے اپنے آپ سے جدوجہد کرنی چاہئے تاکہ یہ انہیں گناہوں کی طرف نہ لے جائے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے غصے پر قابو پانا ایک عظیم عمل ہے اور محبت الہی کی طرف لے جاتا ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 134

جو غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ” ہے۔“

اسلام کے اندر بہت سی تعلیمات ہیں جو مسلمانوں کو اپنے غصے پر قابو پانے کی ترغیب دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر غصہ شیطان سے منسلک اور متاثر ہوتا ہے، صحیح بخاری نمبر 3282 میں موجود ایک حدیث میں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ غصہ کرنے والے کو شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

جامع ترمذی نمبر 2191 میں موجود حدیث میں ناراض مسلمان کو زمین سے چمٹنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک وہ پرسکون نہ ہو جائیں زمین پر سجدہ کریں۔ درحقیقت، جتنا زیادہ کوئی غیر فعال جسمانی پوزیشن لیتا ہے، اتنا ہی کم موقع ہوتا ہے کہ وہ غصے میں مارے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4782 میں موجود ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس نصیحت پر عمل کرنے سے انسان اپنے غصے کو اپنے اندر قید کر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ گزر جاتا ہے تاکہ دوسروں پر اس کا منفی اثر نہ پڑے۔

ایک مسلمان جو غصے میں ہو اسے سنن ابوداؤد نمبر 4784 میں موجود حدیث میں دی گئی نصیحت پر عمل کرنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراض مسلمان کو وضو کرنے کی نصیحت کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی غصے کی فطری خصوصیت یعنی گرمی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کے بعد نماز پڑھتا ہے تو اس سے انہیں اپنے غصے پر مزید قابو پانے میں مدد ملے گی اور ایک عظیم اجر ملے گا۔

اب تک زیر بحث مشورے سے ناراض مسلمان کو اپنے جسمانی حرکات پر قابو پانے میں مدد ملتی ہے۔ اپنی بات پر قابو پانے کے لیے غصے کی حالت میں بولنے سے گریز کرنا ہی بہتر ہے۔ بدقسمتی سے، الفاظ اکثر جسمانی اعمال کے مقابلے میں دوسروں پر زیادہ دیرپا اثر ڈال سکتے ہیں۔ غصے میں کہے گئے الفاظ کی وجہ سے لاتعداد رشتے ٹوٹ چکے ہیں اور ٹوٹ چکے ہیں۔ یہ رویہ اکثر دوسرے گناہوں اور جرائم کی طرف بھی جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لیے سنن ابن ماجہ نمبر 3970 میں موجود حدیث کو نوٹ کرنا ضروری ہے، جس میں متنبہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص کو جہنم میں ڈالنے کے لیے صرف ایک برے لفظ کی ضرورت ہے۔

غصے پر قابو پانا ایک بہت بڑی نیکی ہے اور اس پر قابو پانے والے کو صحیح بخاری نمبر 6114 میں موجود حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مضبوط انسان قرار دیا ہے۔ درحقیقت نگلنے والا اللہ تعالیٰ کے لیے ان کا غصہ، یعنی وہ اپنے غصے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں کرتے، ان کا دل سکون اور سچے ایمان سے بھر جائے گا۔ سنن ابوداؤد نمبر 4778 میں موجود ایک حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ صحیح دل کی ایک خصوصیت ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ یہ واحد دل ہے جسے قیامت کے دن حفاظت ملے گی۔ باب 26 اشعرا، آیات 88-89

جس دن مال اور اولاد کسی کے کام نہ آئے گی۔ لیکن صرف وہی جو اللہ کے پاس سچے دل کے ”ساتھ آتا ہے۔“

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، حد کے اندر غصہ مفید ہو سکتا ہے۔ اسے اپنے نفس، ایمان اور مال کو پہنچنے والے نقصان کو دور کرنے کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے جو کہ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو اسلام کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے غضب میں شمار ہوتا ہے۔ یہ حال تھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو اپنی خواہشات کی خاطر کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ناراض ہوا، جس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6050 میں موجود حدیث سے ہوتی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت قرآن پاک تھی، جو صحیح مسلم نمبر 1739 میں ایک حدیث میں نصیحت کی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اس پر راضی ہو گا جس سے وہ راضی ہو گا اور جس سے ناراض ہو گا اس پر ناراض ہو گا۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض رکھنا، ایمان کی تکمیل کا ایک پہلو ہے۔ سنن ابوداؤد نمبر 4681 میں موجود ایک حدیث میں اس کی

نصیحت کی گئی ہے۔ نفرت کی جڑ غصہ ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام غصے کو ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا، کیونکہ اس کا حصول حقیقتاً ممکن نہیں ہے، بلکہ یہ اسے اسلام کی حدود میں قابو کرنے کا درس دیتا ہے۔

غور طلب ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصہ کرنا قابل تعریف ہے لیکن اگر یہ غصہ حد سے بڑھ جائے تو وہ قابل ملامت ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے غصے پر قابو رکھنا انتہائی ضروری ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ سنن ابو داؤد نمبر 4901 میں موجود ایک حدیث ایک ایسے نمازی کو خبردار کرتی ہے جو غصے میں اللہ تعالیٰ کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کسی خاص گنہگار کو معاف نہیں کرے گا۔ اس کے نتیجے میں اس نمازی کو جہنم میں بھیج دیا جائے گا جبکہ گناہ گار کو قیامت کے دن معاف کر دیا جائے گا۔

برائی کی ابتداء چار چیزوں سے ہوتی ہے: خواہش پر قابو نہ پانا، خوف، بُری بھوک اور غصہ۔ لہذا جو شخص اس حدیث کی نصیحت کو قبول کرے گا اس کے کردار اور زندگی سے ایک چوتھائی برائی دور ہو جائے گی۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمانوں کے لیے اپنے غصے کو قابو میں رکھنا بہت ضروری ہے، اس لیے یہ ان کے لیے ایسی حرکت یا بات کرنے کا سبب نہ بنے جس سے انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں بڑی پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے۔

## سماجی کاری - 93

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی اچھا کام کرنے کا فیصلہ کرتا ہے جس کے لیے وقت، توانائی اور یہاں تک کہ دولت بھی درکار ہوتی ہے، تو وہ اکثر دوسروں کی طرف سے روک دیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے رکاوٹ شیطان ہے جو نیک کاموں سے روکنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ دوسرا رکاوٹ انسان کا باطن ہے جو سستی اور لالچ کا عادی ہے۔ آخری رکاوٹ دوسرے لوگ ہیں۔ بدقسمتی سے، ان میں سے اکثر رکاوٹیں ڈالنے والے اکثر مسلمان ہوتے ہیں جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ چونکہ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے، اس لیے وہ چھوٹے چھوٹے اچھے کام کرنے کی عظمت کی قدر کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اور ان کا کمزور ایمان انہیں دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی طرف مائل کرتا ہے جو نیک اعمال کرنے سے براہ راست ٹکراتی ہے۔ تو یہ لوگ اکثر سوال کرتے ہیں کہ ایک مسلمان نیک کام کرنے کی کوشش کیوں کرتا ہے، خاص طور پر وہ کام جن کے لیے وقت، توانائی اور دولت درکار ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان ایک ایسی ویب سائٹ بنانے کا عزم کر سکتا ہے جو اسلامی معلومات کا اشتراک کرے۔ دوسرے اکثر ان کے منصوبے کو کم تر قرار دے کر انہیں روک دیتے ہیں، کیونکہ وہ اچھے کاموں کی اہمیت کو اہمیت نہیں دیتے۔ جو لوگ صدقہ دینے کا عزم رکھتے ہیں وہ کمزور ایمان رکھنے والے دوسرے لوگوں کی طرف سے ترک کر دیں گے۔ اگر انہیں غیر متوقع مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ انہیں اپنی دولت پر قبضہ رکھنے کے لیے ڈرانے کی کوشش کریں گے۔ مثالیں لامتناہی ہیں کہ کس طرح لوگ، خاص طور پر کمزور ایمان والے مسلمان، دوسروں کو اچھے کام کرنے سے روکتے ہیں، جو وہ کرنا چاہتے ہیں، اسے کم تر کر دیتے ہیں۔

اس طرح کے معاملات میں، ایک مسلمان جو کچھ اچھا کرنا چاہتا ہے، اسے چننا چاہیے کہ وہ کس سے مشورہ لے۔ جس طرح ایک بیمار شخص صرف ڈاکٹر سے مشورہ کرتا ہے، یا جب کسی کو گاڑی کی پریشانی ہوتی ہے تو وہ صرف مکینک سے مشورہ کرتا ہے، ایک مسلمان کو صرف مضبوط ایمان والوں سے مشورہ کرنا چاہئے۔ یہ وہ ہے جو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ صرف وہی شخص چھوٹے اچھے کاموں کی اہمیت کو سمجھے گا اور اس لیے دوسروں کو بھی ان کی ترغیب دے گا۔ کسی ایسے شخص سے مشورہ نہیں کرنا چاہیے جس کے پاس اسلامی علم نہ ہو، کیونکہ وہ صرف ان کے منصوبے کو حقیر سمجھیں گے اور بالآخر انہیں اس سے باز رکھیں گے، چاہے ان کی نیت بری کیوں نہ ہو۔ اس نصیحت کی طرف باب 30 اروم، آیت 60 میں اشارہ کیا گیا ہے

"اور وہ آپ کو پریشان نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔۔۔"

## سماجی کاری - 94

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ کتنے لوگ اکثر دوسروں کو خود غرض قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ خود غرض ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق، خود غرض ہونا تب ہوتا ہے جب کوئی کسی دوسرے کی پسند، رائے اور خوشی سے متصادم ہوتے ہوئے اپنی خوشی کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ اسلام کے مطابق خود غرضی نہیں ہے جب تک کہ کسی کے جائز دنیاوی انتخاب کے حصول میں دوسروں کے حقوق پامال نہ ہوں۔ کسی کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ایسی صورت حال میں جس میں وہ براہ راست ملوث ہوں، جیسے کہ اپنے لیے شریک حیات کا انتخاب کرنا، پھر اپنی خوشی کے مطابق شادی کرنے کا حلال انتخاب کرنا خود غرضی نہیں ہے، خواہ دوسروں کی رائے، پسند اور خوشی، ایسی رشتہ داروں کے طور پر، متضاد ہیں۔ درحقیقت، وہ شخص جو دوسروں سے ان کی رائے اور خوشی کی پیروی کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، حالانکہ حالات ان سے براہ راست ملوث نہیں ہوتے، جیسے کہ ان کا رشتہ دار شریک حیات کا انتخاب کرتا ہے، وہ خود غرض ہے۔ جب کوئی قانونی صورت حال کسی شخص سے براہ راست متاثر ہوتی ہے، تو اسے دوسروں کی رائے پر غور کرنا چاہیے لیکن جب تک دوسروں کے حقوق کو پامال نہ کیا جائے، اس کا انتخاب کرنا ان کے لیے خود غرضی نہیں ہے۔ یہ دوسروں کے لیے اخلاص کا عمل ہے جب کوئی ایسے حالات میں اپنی رائے اور پسند کو ایک طرف رکھ دیتا ہے جس میں وہ براہ راست ملوث نہیں ہوتے ہیں اور اس کے بجائے صرف ان لوگوں کی خوشی کو سمجھتے ہیں جو حالات میں براہ راست ملوث ہوتے ہیں، جیسے جوڑے کی شادی۔ جبکہ ایسے حالات میں اپنی رائے اور انتخاب کو دوسروں پر مسلط کرنا خود غرضی ہے، کیونکہ حالات میں براہ راست ملوث لوگوں کی خوشی سب سے اہم ہے، جب تک کہ اس میں اللہ کی نافرمانی شامل نہ ہو۔ اعلیٰ یہ شرم کی بات ہے کہ کتنے لوگ دوسروں پر خود غرضی کا الزام لگا کر برا محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ خود غرض ہیں۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اجتناب کیا جاتا ہے جس میں لوگوں کے حقوق کی پامالی بھی شامل ہے، مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنی پسند، رائے اور خوشی کا انتخاب ایسے حالات میں کرے جو ان سے براہ راست تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ یہ خود غرضی کا برتاؤ نہیں ہے۔

## سماجی کاری - 95

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگ اکثر ان کا خیال رکھتے ہیں اور دوسروں سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ اپنے تعلقات کے حوالے سے اچھے انسان ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک ماں اپنے بچے سے پوچھے گی کہ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک اچھی ماں ہے۔ ایک شخص اپنے دوست سے پوچھے گا کہ کیا وہ سوچتا ہے کہ وہ ایک اچھا دوست ہے یا نہیں۔ معاشرہ اپنے رشتوں کے حوالے سے اچھا سمجھتا ہے کسی مسلمان کی بنیادی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ ان کی اصل فکر یہ ہونی چاہیے کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کے اچھے بندے ہیں یا نہیں۔ اس سوال کا جواب معاشرہ، ثقافت یا فیشن نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب تب ہی دیا جا سکتا ہے جب کوئی ان کے طرز عمل کا قرآن کریم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات سے موازنہ کرے۔ جب کوئی بوڑھے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اسے ترجیح دینا اور بھی اہم ہے، کیونکہ زمین پر ان کا وقت تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اس بات کی فکر کرنے کا مسئلہ کہ آیا لوگوں، ثقافت اور فیشن کے ذریعہ طے شدہ رائے اور معیارات کے مطابق لوگوں کے ساتھ تعلقات میں کسی کو اچھا سمجھا جاتا ہے، یہ ہے کہ یہ چیزیں بے چین ہیں اور لوگوں کی رائے میں کافی فرق ہے۔ نتیجتاً، جسے کوئی اپنے رشتوں کے حوالے سے اچھا انسان سمجھتا ہے، جیسے کہ ایک اچھی ماں، دوسرا شخص اسی رشتے کے حوالے سے انہیں برا سمجھے گا۔ مثال کے طور پر ایک بیٹا اپنی ماں کو اچھی ماں سمجھ سکتا ہے جبکہ اس کی بہن اپنی ماں کو بری ماں سمجھ سکتی ہے۔ یہ اکثر معاشرے میں ہوتا ہے۔ اس چیقلش کے نتیجے میں انسان کبھی بھی لوگوں کو خوش نہیں کر سکے گا اور اس لیے انہیں اپنی رائے میں سکون اور سکون نہیں ملے گا۔

اس کے علاوہ جو شخص ہمیشہ لوگوں، فیشن اور ثقافت کے بارے میں فکر مند رہتا ہے اور اپنے تعلقات کے حوالے سے ان کے بارے میں رائے رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو آسانی سے نظر انداز کر دے گا، جس کے نتیجے میں وہ برا غلام بن سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا اور آخرت میں ہر چیز کو اکیلا ہی کنٹرول کرتا ہے، اس لیے جو اللہ تعالیٰ کا اچھا بندہ بننے میں ناکام رہتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں امن اور کامیابی نہیں پا سکتا، خواہ وہ اس کے حصول کے لیے بہت کوشش کرے۔ دنیاوی تعلقات کے حوالے سے لوگوں کی اچھی رائے۔

آخر کار اگر انسان اپنے رشتوں کے حوالے سے لوگوں، فیشن اور ثقافت کی اچھی رائے حاصل کر بھی لے تو یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے ہونے کے نتائج سے نہیں بچ سکے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا اچھا بندہ بننے پر توجہ مرکوز کرنے والا ذہنی سکون حاصل کرے گا کیونکہ وہ بے شمار لوگوں کی مختلف آراء کے بجائے صرف اس کے اور ان کے بارے میں اس کی رائے کا خیال رکھے گا۔ ایک کو خوش کرنا بہت سے لوگوں کو خوش کرنے سے زیادہ آسان اور اطمینان بخش ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا اچھا بندہ بننے کی کوشش کرے گا وہ لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کے لحاظ سے لازماً ایک اچھا انسان بن جائے گا مثلاً ایک اچھی ماں، دوست، پڑوسی وغیرہ، جیسا کہ لوگوں کے حقوق ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اچھے بندے ہونے کا ایک اہم حصہ۔ لیکن اس میں اور لوگوں کی رائے کو ترجیح دینے کے منفی رویے میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نیک بندہ لوگوں کے حقوق تو ادا کرے گا لیکن لوگوں کی رائے اور ان کے تعلقات کی پرواہ نہیں کرے گا۔ انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ لوگ انہیں اپنے تعلقات کے حوالے سے برا سمجھتے ہیں، کیونکہ اکثر لوگوں کی رائے دنیاوی معیارات پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ معیارات کی دیکھ بھال اور زندگی گزاریں گے۔ اس طرح زندگی گزارنے والا اس دنیا میں یا قیامت کے دن لوگوں، فیشن اور ثقافت کی بری رائے سے متاثر نہیں ہوگا۔ مثال کے طور پر، ایک ماں کو یقین ہو سکتا ہے کہ اس کا بیٹا ایک خوفناک بیٹا ہے، کیونکہ وہ دنیاوی معیارات کی بنیاد پر اس کا فیصلہ کرتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اچھا بندہ ہے، اس لیے وہ اپنی ماں کے حقوق اس دنیا میں ادا کرتا ہے اور اس کے بارے میں اس کی منفی رائے اس پر دنیا میں یا روز قیامت کوئی اثر نہیں ڈالے گی، یعنی اس کا فیصلہ اللہ ہی کرے گا۔ اعلیٰ، ایک اچھے بیٹے کے طور پر۔

آخر میں، ذہنی سکون اور کامیابی اللہ کے اچھے بندے ہونے کو ترجیح دینے میں ہے، اور صرف ان کے بارے میں اس کی رائے کی فکر کرنے میں ہے۔ جبکہ دونوں جہانوں میں اضطراب، تناؤ اور مشکلات ان کے تعلقات کے حوالے سے لوگوں کی رائے کو ترجیح دینے میں مضمر ہیں۔

## سماجی کاری - 96

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک عام غلط فہمی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی طرف اپنے کردار کو بہتر بنانے سے روکتی ہے۔ لوگ اکثر تبصرہ کرتے ہیں کہ کسی کو دوسروں کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اگرچہ یہ ایک حد تک درست ہے، بدقسمتی سے، بہت سے لوگوں نے اپنے رویے کو بہتر بنانے سے بچنے کے لیے اسے ایک بہانے کے طور پر استعمال کرنے کے لیے اس کے معنی کو سیاق و سباق سے ہٹ کر مکمل طور پر توڑ دیا ہے۔ حقیقت میں، دوسروں کا فیصلہ کرنا کسی کی زندگی کے ہر پہلو کا ایک اہم حصہ ہے۔ مثال کے طور پر، ایک شخص یہ فیصلہ کرنے کے لیے دوسروں کا فیصلہ کرتا ہے کہ ان سے دوستی کرنی ہے یا نہیں۔ ایک دوسرے کا فیصلہ کرنے کے لیے فیصلہ کرتا ہے کہ آیا وہ ان کے لیے اچھا شریک حیات بنائے گا یا نہیں۔ ایک شخص کسی کمپنی میں ملازمت کے لیے درخواست دینے سے پہلے جج کرتا ہے۔ ایک آجر اپنی ٹیم میں شامل ہونے کے لیے بہترین امیدوار تلاش کرنے کے لیے امیدواروں کا فیصلہ کرتا ہے۔ والدین اپنے بچے کے لیے ٹیوٹرز کی خدمات حاصل کرنے سے پہلے کئی ٹیوٹرز کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ایک کاروباری مالک دوسرے کاروباری مالک کا فیصلہ کرے گا کہ آیا ان کے ساتھ کاروبار کرنا ہے یا نہیں۔ دوسروں کو ان کے رویے، کردار اور اعمال کے حوالے سے پرکھنے کی مثالیں عملی طور پر لامحدود ہیں۔ اس لیے یہ دعویٰ کرنا کہ کسی کو دوسروں پر بالکل بھی انصاف نہیں کرنا چاہیے، محض بے وقوفی ہے، کیونکہ کوئی بھی اس دنیا میں دوسروں کا فیصلہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اسلام کے حوالے سے ایک مسلمان کو دوسروں کے اعمال کا فیصلہ کرنا چاہیے، ورنہ وہ معاشرے میں نیکی کی تلقین اور برائی سے منع کرنے کا فرض ادا نہیں کر سکتا۔ باب 3 علی عمران، آیت 110:

تم بہترین امت ہو جو بنی نوع انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی " ...سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

سنن ابو داؤد نمبر 4681 میں موجود حدیث کے مطابق ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت، عداوت، دینے اور روکنے کے بغیر اپنا ایمان مکمل نہیں کر سکتا۔ دوسروں کا فیصلہ کیے بغیر یہ کیسے ممکن ہے؟

اچھے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے اور بُرے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے سے گریز کرنے کا اہم فریضہ دوسروں اور اُن کے اعمال کا جائزہ لیے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ باب 5 :المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

پہلے درج کی گئی بہت سی مثالیں اسلام کی طرف سے حوصلہ افزائی کی گئی ہیں، جیسے کہ مناسب شریک حیات تلاش کرنا اور موزوں دوستوں کا انتخاب کرنا۔ ان میں سے کوئی بھی چیز دوسروں کو پرکھے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔

سچے دل سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب دینے کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق دوسروں کے اعمال کا فیصلہ کرنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس لحاظ سے بظاہر لوگوں کا فیصلہ کسی شخص کی طرف سے آتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ کچھ، کسی مسلمان کو حقارت یا تنقید نہیں کرنی چاہیے۔

کسی شخص کے حتمی نتائج کا فیصلہ کرنا؛ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا یا نہیں یا وہ جنت میں جائیں گے یا نہیں، یا ان کی نیت کا اندازہ لگانا، یہ وہ کام ہیں جن کی ایک مسلمان کو اجازت نہیں، کیونکہ یہ چیزیں مسلمان کے علم سے باہر ہیں، اس لیے وہ ان پر بحث یا تبصرہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، مسلمان دوسروں کو پرکھنے کے صحیح تصور کو سمجھتے ہیں تاکہ وہ تعمیری تنقید کو زیادہ آسانی سے قبول کر سکیں، جو کہ اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہے، دوسروں کی طرف سے، تاکہ وہ اللہ، برگزیدہ اور مخلوق کے تئیں اپنے کردار کو بہتر بنا سکیں۔ اس طرح کا برتاؤ صحیح رہنمائی اور دونوں جہانوں میں کامیابی کا ایک اہم حصہ ہے۔

## سماجی کاری - 97

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کے رشتے وقت کے ساتھ ٹوٹتے اور ٹوٹنے کی ایک بڑی وجہ جہالت ہے۔ جب کسی کو ان حقوق کا علم نہیں ہوتا جو اس پر دوسروں کے واجب ہوتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کے حقوق ان پر واجب ہوتے ہیں تو اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگ ان چیزوں کی توقع اور مطالبہ کرنے لگتے ہیں جن کے وہ حقدار نہیں ہیں اور وہ ان حقوق کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو دوسروں پر واجب ہیں۔ مثال کے طور پر، والدین اکثر یہ مانتے ہیں کہ ان کے بچے ان کی مکمل فرمانبرداری اور تابعداری کے معنی رکھتے ہیں، ان کے بچے کو ان کے والدین کے مشورے سے اتفاق کرنا چاہیے اور اسے کرنا چاہیے۔ لیکن اسلام میں یہ بالکل درست نہیں ہے۔ ایک بچے کو زندگی میں اپنا قانونی انتخاب کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے وہ ان کے والدین کی رائے سے متصادم کیوں نہ ہو، جب تک کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھے اخلاق کو برقرار رکھے۔ طلاق کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ ان چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں جو ان کے شریک حیات کو واجب نہیں ہوتے ہیں۔ بہن بھائی اکثر اجنبی ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کا ماننا ہے کہ ان کے بہن بھائیوں کو بھی بغیر کسی استثناء کے اور ان کو خوش کرنے کے طریقوں سے ہر حال میں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ مثالیں عملی طور پر لامتناہی ہیں۔

حقوق سے ناواقفیت اور دوسروں پر واجب الادا حقوق انسان کو ان معیارات کو اپنی خواہشات، ثقافت اور فیشن کے مطابق بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چونکہ لوگوں کی خواہشات میں کافی فرق ہوتا ہے، اس لیے یہ من گھڑت معیارات لوگ کبھی پورے نہیں ہوتے۔ اس سے لوگوں کے درمیان تلخی پیدا ہوتی ہے، جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رشتوں میں ٹوٹ پھوٹ کا باعث بنتی ہے۔

مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات کو سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس نتیجہ سے بچنا چاہیے تاکہ وہ دوسروں کے حقوق کو جان سکیں اور ان کو ادا کر سکیں اور یہ جان سکیں کہ لوگ ان پر کون سے حقوق ادا کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ، جب کوئی اسلامی علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو یہ اسے دوسروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کی ترغیب دیتا ہے، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نرمی سے کام لے گا۔ یہ نرمی دوسروں سے اپنے مکمل حقوق مانگنے سے روکے گی جس سے دوسروں کی زندگی آسان ہو جائے گی، اور دلائل کے خطرات کم ہوں گے۔ یہ نرمی کسی کی حوصلہ افزائی بھی کرے گی کہ جب بھی دوسروں کی طرف سے ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ چیزوں کو جانے دیتا ہے، تاکہ وہ چھوٹے پن سے بچیں۔ یہ مثبت اور ذہنی سکون کی طرف جاتا ہے اور ٹوٹنے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کو روکتا ہے۔ دوسری طرف، اپنے معیار کے مطابق زندگی گزارنا اس کے برعکس ہونے کا سبب بنتا ہے۔ ایک شخص چھوٹی چھوٹی باتوں پر آسانی سے چھوٹا ہو جاتا ہے، وہ تلخ ہو جاتا ہے اور دہائیوں تک رنجشوں کو برقرار رکھتا ہے۔ اس سے دشمنی، منفی اور دوسروں کے بارے میں مایوسی کا رویہ جنم لیتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ذہنی سکون کو روکتی ہیں اور رشتوں کو ٹوٹنے اور ٹوٹنے کا باعث بنتی ہیں۔

لہذا مسلمانوں کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ وہ اسلامی علم کو سیکھ کر اور اس پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ صحت مندانہ تعلقات استوار کریں تاکہ وہ لوگوں کے حقوق کو جان سکیں اور ان کی تکمیل کریں اور ان حقوق کو جان سکیں جو لوگوں کے واجب الادا ہیں۔

## سماجی کاری - 98

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ لوگوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ٹوٹے اور ٹوٹے ہوئے رشتوں کی ایک بڑی وجہ سے بچیں۔ یعنی دوسروں کے ساتھ منفی رویہ اختیار کرنا جب انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ یہ اکثر خاندانوں میں دیکھا جاتا ہے جب کوئی اپنے رشتہ دار کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرتا ہے، جس کے تحت وہ اکثر ان کی زندگی کے انتخاب اور طرز زندگی کے بارے میں اپنی ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے لیے ان پر تنقید کرتے ہیں، طنز کرتے ہیں اور ان پر تنقید کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک والدین اپنے بچے کو کھود سکتے ہیں جس نے کسی ایسے شخص سے شادی کی جس سے وہ منظور نہیں تھے، حالانکہ کوئی گناہ نہیں کیا گیا تھا۔ لوگ، خاص طور پر بزرگ، غلط طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ وہ منفی برتاؤ کرتے ہیں، انہیں ہر حال میں ان سے محبت اور احترام کرنا چاہیے۔ لیکن وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں کہ لوگ فرشتے نہیں ہیں۔ اگر کسی کو ایسی باتوں پر تنقید اور تنقید کا نشانہ بنایا جائے جو گناہ نہیں ہیں، تو ایک دن ضرور آئے گا جب وہ شخص اپنے رشتہ دار کے ساتھ بات کرنا، دیکھنا یا میل جول کرنا ناپسند کرے گا، چاہے وہ اس کے اپنے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ان سے محبت یا احترام نہیں کرتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ لوگ فرشتے نہیں ہیں، اس لیے منفی رویہ انسان کے دل میں منفی جذبات پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے جب بھی انہیں اپنے کسی رشتہ دار کے ساتھ معاملہ کرنا پڑتا ہے جو ان کے ساتھ منفی برتاؤ کرتا ہے تو وہ پریشانی اور تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس تناؤ اور اضطراب سے بچنے کے لیے وہ اپنے رشتہ دار سے پرہیز کرتے ہوئے محسوس کرتے ہیں، حالانکہ وہ اب بھی ان سے محبت اور احترام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک شخص اس تناؤ اور پریشانی کی وجہ سے خاندانی تقریب میں جانے سے گریز کرے گا، کیونکہ وہ منفی رویے اور تبصروں کا نشانہ نہیں بننا چاہتا۔ یہ ایک بہت عام ردعمل ہے اور دوسروں کے ساتھ منفی سلوک کرنے کا نتیجہ ہے جو اکثر خاندانوں میں دیکھا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو دوسروں کے ساتھ منفی انداز میں برتاؤ کے طویل مدتی اثر کو کم نہیں سمجھنا چاہیے، چاہے اس میں صرف تنقید اور منفی تبصرے ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے تعلقات کو ٹوٹنے اور ٹوٹنے کا سبب بن سکتا ہے۔ جب دوسروں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، تو کسی کو ان کے ساتھ منفی رویہ نہیں رکھنا چاہیے اور اس کے بجائے ان کی زندگی کے انتخاب کو قبول کرنا چاہیے۔ انہیں دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے ان کے حقوق کی ادائیگی پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے جس طرح وہ خود دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں، جس میں ان کے

ساتھ اپنے قول و فعل کے ذریعے مثبت انداز میں برتاؤ کرنا بھی شامل ہے، جیسا کہ قرآن پاک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ ، السلام علیکم

## سماجی کاری - 99

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ جدید دنیا میں، ایک چیز جس پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے اور تمام لوگوں کی زندگیوں میں اس پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے، وہ سماجی بنانا ہے۔ اسلام دوسروں کے ساتھ میل جول کی ممانعت نہیں کرتا اور درحقیقت مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کچھ بھی نہیں، اسلام ہمیشہ لوگوں کو سماجی بنانے کے مقصد کو سمجھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اصل مقصد ایک دوسرے کی عملی طور پر آخرت کی تیاری میں مدد کرنا ہے۔ اس میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا شامل ہے کہ وہ ان نعمتوں کو ان طریقوں سے استعمال کریں جو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دی گئی ہیں۔ یہ رویہ دونوں جہانوں میں ذہنی سکون کا باعث بنتا ہے۔ باب 16 النحل، آیت 97

جس نے نیک عمل کیا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، حالانکہ وہ مومن ہے، ہم اسے ضرور پاکیزہ " زندگی دیں گے، اور ان کو ان کے بہترین اعمال کے مطابق ضرور اجر دیں گے۔ "

دوسری طرف، معاشرہ، سوشل میڈیا، ثقافت اور فیشن لوگوں کو دنیاوی فائدے اور لطف اندوزی کی خاطر آپس میں جڑنے اور سماجی ہونے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ رویہ اس زمین پر بنی نوع انسان کے اکٹھے ہونے کے مقصد کی نفی کرتا ہے۔ سماجی بنانا بذات خود ایک خاتمہ نہیں ہے، یہ صرف ایک خاتمہ کا ذریعہ ہے۔ قیامت تک بحفاظت پہنچنے کا حتمی انجام۔ اس دنیا میں لوگوں کو ایک ساتھ کام کرنے کے مقصد کے لیے اکٹھا کرنے کی مثال اس طرح ہے کہ وہ آخرت کے لیے مناسب تیاری کر سکیں، اس طرح کی ہے کہ کس طرح کسی کمپنی کے ذریعے اجنبیوں کی ایک ٹیم کو ایک ساتھ کام کرنے کے لیے اکٹھا کیا جاتا ہے تاکہ ایک کاروباری مقصد حاصل کیا جا سکے۔ ایک مصنوعات کی ڈیزائننگ، مینوفیکچرنگ اور تشہیر کے طور پر۔ اگر لوگوں کی یہ ٹیم ان کے ساتھ رہنے کا مقصد یاد رکھنے میں ناکام رہی تو وہ تفریح اور دیگر سماجی سرگرمیوں میں وقت ضائع کریں گے۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک ساتھ رہنے کے مقصد کو نظر انداز کر دیں گے اور اس طرح ان کی ٹیم کو ناکامی کا نام دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر مسلمان اجتماعیت کی اصل وجہ کو سمجھنے اور اس کو پورا کرنے میں ناکام رہے تو وہ بھی آخرت کے لیے مناسب تیاری کرنے میں ناکام ہو جائیں گے

کیونکہ وہ دنیاوی وجوہات کی بنا پر اجتماعیت میں بہت زیادہ مصروف تھے۔ کسی کو سماجی طور پر حلال تفریح کرنے کی اجازت ہے لیکن انہیں کبھی بھی ایسا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے جیسے کہ یہ سماجی کرنے کا مقصد ہے۔

نتیجہ اخذ کرنے کے لیے، لوگوں کو ایک دوسرے سے جڑنے کے لیے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے جڑنے کے لیے اکٹھا کیا گیا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے جڑنے میں ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ کسی کو کبھی بھی دونوں کے درمیان فرق کرنے میں ناکام نہیں ہونا چاہئے، ورنہ وہ اس دنیا میں ایک ساتھ رہنے کا مقصد مکمل طور پر کھو دیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حقیقت کو سمجھا اور اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے ہمیشہ جڑے اور مل جل کر کام کرتے رہے اور اس کے نتیجے میں انہوں نے معاشرے میں عدل اور امن پھیلایا جیسا کہ کسی اور گروہ نے حاصل نہیں کیا۔ باب 5 المائدة، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

دوسری طرف، جو سماجی کرنے کے مقصد کو بھول جاتا ہے، وہ جب بھی دوسروں کے ساتھ مل جلتا ہے تو وہ دونوں جہانوں میں اپنے لیے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ باب 43 از زخرف، آیت 67

“اس دن قریبی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے نیک لوگوں کے۔“

## سماجی کاری - 100

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ ایک طاقتور اور گمراہ کن ذہنیت ہے جس نے مسلم کمیونٹی کے اندر گہری جڑیں پکڑی ہوئی ہیں، یعنی کسی کے اعمال اور انتخاب کے بارے میں "لوگ کیا کہیں گے" کے تصور سے بہت زیادہ متاثر ہونا۔ اس ذہنیت کو اکثر نیکی کا لبادہ اوڑھ لیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اسے اپنا لیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا ہے کہ دوسرے ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو وہ بے شرم ہو جائیں گے۔ درحقیقت بے شرمی کی جڑ اللہ تعالیٰ کی بصارت، سماعت اور فیصلے کی پرواہ نہ کرنے میں ہے، نہ کہ لوگوں کی تنقید، کیونکہ ان کی اکثر تنقید کی اسلام کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے اور کوئی بھی ان کے بے شرمی کو آسانی سے چھپا سکتا ہے۔ لوگوں سے

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت کسی شخص کی زندگی اور ایمان کے بہت سے پہلوؤں کو متاثر اور " خراب کرتی ہے۔ یقیناً اس کا سب سے خطرناک اثر یہ ہے کہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی بجائے لوگوں کی خاطر نیک اعمال کرنے لگتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان اپنے رشتہ دار کے جنازے میں صرف اپنے دوسرے رشتہ داروں کو خوش کرنے کے لیے جائے گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے۔ یہ مسلمان پائے گا کہ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ وہ ان لوگوں سے ان کے نیک اعمال کا اجر حاصل کریں جن کے لیے انہوں نے عمل کیا ہے، جو کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 3154 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا سلوک نہ کیا جائے کیونکہ یہ معمولی شرک ہے اور ثواب کے نقصان کا باعث بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کسی بھی شراکت دار سے آزاد۔

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت بھی مسلمانوں کو ان طریقوں سے برتاؤ کرنے کی ترغیب دیتی ہے جو " اسلام کو ناپسند ہے، جیسے اسراف، فضول خرچی اور حد سے زیادہ۔ مثال کے طور پر، زیادہ تر مسلم شادیوں کا مقصد شادی شدہ جوڑے کے رشتہ داروں کو خوش کرنا ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی تنقید سے ڈرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے وہ شاہانہ اور فضول خرچی کرتے ہیں۔

یہ ذہنیت لوگوں کی تنقید سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے گناہ کرنے کی ترغیب بھی دے سکتی ہے۔

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت بھی مسلمانوں کو قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات پر عمل کرنے سے روکتی ہے، کیونکہ ان کی تعلیمات اکثر مسلمانوں کے احمقانہ ثقافتی عقائد اور طرز عمل سے متصادم ہوتی ہیں۔ اپنایا لوگوں کی طرف سے تنقید کا خوف انسان کو ہدایت کے دو ذرائع کی خاطر اپنے ثقافتی طریقوں کو ترک کرنے سے روکتا ہے۔

لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت بھی مسلمانوں کو صحیح انتخاب کرنے سے روکتی ہے جو ان کی خوشی اور بھلائی کا باعث بنتی ہے۔ مثال کے طور پر، بہت سے مسلمان محض لوگوں کی تنقید کے خوف سے، خاص طور پر ان کے رشتہ داروں کی تنقید کے خوف سے، اگر ان کی طلاق ہو جاتی ہے، مکروہ شادیاں کرتے رہتے ہیں۔

آخر میں، "لوگ کیا کہیں گے "کی ذہنیت کسی کو اچھے قانونی انتخاب کرنے سے روکتی ہے کیونکہ وہ لوگوں کی تنقید سے ڈرتا ہے۔ مثال کے طور پر، بعض ممالک کے مسلمان اپنے بچوں کو مختلف ممالک کے مسلمانوں سے شادی نہیں کرنے دیں گے کیونکہ وہ اپنے رشتہ داروں کی تنقید سے ڈرتے ہیں، حالانکہ شادی کی تجاویز جائز اور اچھی ہیں۔

ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اللہ رب العزت کی رضا کے لیے عمل کرے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق لوگوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں خوش کرنے کے لیے کام کریں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنے حقوق کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ادا کریں خواہ لوگ ان سے راضی ہوں یا نہ ہوں۔ ان کی خوشنودی یا کمی اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لوگوں کی

خوشنودی کے مطابق عمل کرنے والا اس دنیا میں کبھی سکون اور خوشی نہیں پا سکے گا اور نہ ہی لوگوں کی تعریف حاصل کر سکے گا۔ جبکہ اللہ رب العزت کو راضی کرنے کے لیے عمل کرنا: دونوں جہانوں میں امن اور خوشی کا باعث بنتا ہے۔ باب 13 الرعد، آیت 28

”بلاشبہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔“

## سماجی کاری - 101

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے نویں سال، غیر مسلم قبیلہ ثقیف کا ایک وفد اسلام قبول کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وحشی وہ شخص جس نے جنگ احد میں حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، اس وفد میں شامل ہوا تاکہ اس کی حفاظت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اسلام قبول کر سکے۔ اسے جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا اس کے بارے میں پوچھا اور ان کے ایمان کی گواہی کو قبول کر لیا لیکن ان سے پوچھا کہ کیا آپ ان سے غیر ضروری طور پر ملنے سے بچ سکتے ہیں؟ مستقبل، جیسا کہ اسے دیکھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل اور مسخ کرنے کی یاد تازہ ہو گئی۔ صحیح بخاری نمبر 4072 میں موجود ایک حدیث میں اس پر بحث ہوئی ہے۔

اگرچہ وحشی کے گناہ معاف کر دیے گئے، جیسا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے درخواست کی کہ وہ بلا ضرورت اس سے ملنے سے گریز کریں۔ سب سے پہلے تو یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانی فطرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس نے وہی احساسات محسوس کیے جو کوئی دوسرا انسان محسوس کرے گا، جیسے غصہ اور غم۔ اس کے علاوہ، یہ درخواست مسلم کمیونٹی کے لیے ایک بڑی راحت تھی کیونکہ اس سے مسلمانوں کے لیے معاملات آسان ہو گئے تھے۔ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا برتاؤ کرتے جیسے وحشی نے کچھ نہ کیا ہو تو تمام مسلمانوں کو اس طرح کا برتاؤ کرنے پر مجبور کر دیتا جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ، واجب ہے۔ باب 3 علی عمران، آیت 31:

”کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور “تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

مسلمانوں کی اکثریت دوسروں کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں کر سکے گی۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی درخواست نے ان کے لیے آسانیاں پیدا کر دیں۔ یہ معاف کرنے اور بھول جانے کے غلط تصور کو درست کرتا ہے۔ یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کمپیوٹر نہیں ہیں، جو ذہنوں سے یادیں مٹا دیں۔ لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ دوسروں کے اعمال کو بھول جائیں، بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر دوسروں کو معاف کرنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ باب 24 النور، آیت 22

اور وہ معاف کر دیں اور نظر انداز کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اللہ تمہیں معاف کر... "دے؟"

اسی لیے صحیح بخاری کی حدیث نمبر 6133 میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی ہے کہ مومن کو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دوسروں کو معاف کرنا چاہیے اور ان کے حقوق ادا کرنے چاہییں، لیکن دوسروں پر اندھا بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، خاص کر جب ماضی میں ان پر ظلم ہوا ہو۔ دوسروں کے ماضی کے اعمال کو نظر انداز کرنا انہیں مستقبل میں اسی طرح برتاؤ کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور دوسروں کو معاف کرنا سیکھنا چاہیے اور اپنے حقوق کی ادائیگی کے لیے جدوجہد کرنا چاہیے لیکن ان سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ دوسروں کے اعمال کو بھول جائیں اور نہ ہی ان پر اندھا اعتماد کریں۔

## سماجی کاری - 102

میرے پاس ایک خیال تھا، جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ اسلام سے پہلے عورتیں خود ہی ایسی چیز میں شمار ہوتی تھیں جو دوسروں کو وراثت میں ملتی تھیں۔ اسلام نے اس غیر منصفانہ روش کو ختم کیا اور انہیں ایسے حقوق دیے جو کسی بھی دوسرے معاشرے سے زیادہ تھے۔

عام بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کے لیے گھریلو استعمال کی اشیاء کے برابر ہونا عام رواج تھا۔ انہیں مویشیوں کی طرح خریدا اور بیچا جائے گا۔ عورت کو شادی کے حوالے سے کوئی حق نہیں تھا۔ اپنے رشتہ داروں کی طرف سے وراثت میں کچھ حصہ کی حقدار ہونے کے علاوہ، وہ خود کو وراثت کا ایک ٹکڑا سمجھا جاتا تھا جیسے گھر کے دیگر سامان۔ اسے مردوں کی ملکیت سمجھا جاتا تھا جبکہ اسے کسی چیز کی ملکیت کی اجازت نہیں تھی۔ اور وہ صرف مرد کی مرضی کے مطابق خرچ کر سکتی تھی۔ جبکہ مرد اپنی خواہش کے مطابق کوئی بھی مال خرچ کر سکتا ہے جو اس کا ہونا چاہیے، جیسے اجرت۔ اسے اس طریقہ پر سوال کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔ یورپ کے کچھ گروہوں نے تو عورت کو انسان نہیں سمجھا اور اسے جانور کے برابر قرار دیا۔ عورت کو مذہب میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ عبادت کے لیے نااہل سمجھے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض نے عورتوں کو روح کی حامل نہیں قرار دیا۔ ایک باپ کے لیے اپنی نوزائیدہ یا جوان بیٹی کو قتل کرنا مکمل طور پر معمول سمجھا جاتا تھا کیونکہ اسے خاندان کے لیے شرمندگی کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ بعض کا یہ بھی ماننا تھا کہ عورت کو قتل کرنے والے کے خلاف کوئی انصاف نہیں کیا جائے گا۔ کچھ رسم و رواج نے تو مردہ شوہر کی بیوی کو بھی مار ڈالا کیونکہ وہ اس کے بغیر رہنے کے قابل نہیں تھی۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ عورتوں کا مقصد صرف مردوں کی خدمت ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسان کو تمام لوگوں کا احترام کرنے کا درس دیا، عدل و انصاف کو قانون بنایا اور مردوں کو عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ان کے اپنے حقوق کے متوازی ذمہ دار ٹھہرایا۔ خواتین کو آزاد اور خود مختار بنایا گیا۔ وہ مردوں کی طرح اپنی جان و مال کی خود مالک بن گئی۔ کوئی مرد عورت کو زبردستی کسی سے شادی کرنے پر

مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر اس کی رضامندی کے بغیر اسے مجبور کیا جاتا ہے تو یہ اس کا اختیار بنتا ہے کہ وہ نکاح جاری رکھے یا اسے فسخ کرے۔ کسی مرد کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں سے کچھ بھی اس کی رضامندی اور منظوری کے بغیر خرچ کرے۔ شوہر کی موت کے بعد یا طلاق کے بعد وہ خود مختار ہو جاتی ہے اور اسے کسی کی طرف سے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ذمہ داریوں کے مطابق مردوں کی طرح وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ عورتوں پر خرچ کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اللہ تعالیٰ نے عبادت قرار دیا ہے۔ یہ تمام حقوق اور اس سے زیادہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور نے نہیں دیا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج خواتین کے حقوق کے لیے کھڑے ہونے والے اسلام پر تنقید کرتے ہیں حالانکہ اس نے خواتین کو صدیوں پہلے حقوق دیے تھے۔

## سماجی کاری - 103

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ انسان کا دل اس طرح کیسے بنایا گیا کہ اس میں کچھ نہ کچھ ضرور ہے، وہ کبھی خالی نہیں ہو سکتا۔ مطلب، اسے کسی چیز سے جوڑنا اور پیار کرنا چاہیے۔ اگر کوئی ایک لمحے کے لیے اس نکتے پر غور کرے تو یہ بالکل واضح ہے۔ کچھ لوگ دوسرے لوگوں سے محبت کرتے ہیں، کچھ جانوروں سے محبت کرتے ہیں، کچھ اپنے کیریئر اور کچھ دوسری چیزوں سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کہ انسان کسی چیز سے کتنا پیار کرتا ہے آخر کار ایک دن ایسا آئے گا جب اسے الوداع کہنا پڑے گا۔ چاہے یہ رضاکارانہ طور پر کیا گیا ہو، مثال کے طور پر، کوئی شخص اپنے کیریئر سے سبکدوش ہو رہا ہو، یا زبردستی جیسے موت نے اپنے محبوب سے کٹ جانا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنی زندگی میں جس چیز سے محبت کرتے تھے اس سے الگ ہو گئے تھے، جیسے کہ ایک کھلاڑی اپنے کھیل سے ریٹائر ہو رہے تھے، ان کے دل و دماغ اپنی محبوب چیز سے جڑے رہنے کی وجہ سے تلخ ہو گئے، لیکن ان کا جسم مزید برقرار نہ رہ سکا۔ اس کے ساتھ وہ اسپاٹ لائٹ میں ان کے لمحے گزرتے ہی تلخ ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی محبت سے آگے بڑھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک عالمگیر اصول ہے جو کسی کے عقیدے یا سماجی حیثیت سے قطع نظر سب پر لاگو ہوتا ہے۔ لیکن صرف وہی محبت جو وقت اور موت کے ساتھ مضبوط ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ محبت ہے۔ جس کے پاس یہ محبت ہے اس کے لیے کوئی الوداع نہیں صرف اس مقدر کی ملاقات کی امید ہے جسے بیان کرنا الفاظ سے باہر ہے۔ یہ محبت صرف وقت گزرنے کے ساتھ مضبوط ہوتی ہے جب کہ دوسرے تمام بندھن کمزور ہوتے ہیں اور آخر کار ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ مخلوق کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں اور ذمہ داریاں پوری کرے لیکن صرف اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کرے، اس کی مخلصانہ اطاعت کے ذریعے جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا صبر کے ساتھ سامنا کرنا شامل ہے۔ جو یہ حاصل کر لیتا ہے اسے کبھی الوداع کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ باب 89 الفجر، آیات 27-28

[نیک لوگوں سے کہا جائے گا]، "اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف لوٹ جا، اس سے "راضی اور خوش ہو کر۔"

## سماجی کاری - 104

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ مسلمان اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ چونکہ وہ اپنی دنیاوی سرگرمیوں میں بہت مصروف ہیں، انہیں رضاکارانہ نیک اعمال کرنے میں مشکل پیش آتی ہے، خاص طور پر وہ کام جو لوگوں سے متعلق ہیں، جیسے کسی کی جسمانی مدد کرنا۔ اگرچہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ رضاکارانہ عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس سے ان کو دونوں جہانوں میں فائدہ پہنچے گا جبکہ ان کی دنیاوی سرگرمیاں انہیں اس دنیا میں ہی فائدہ پہنچائیں گی، کم از کم ان مسلمانوں کو غیر جانبدارانہ ذہنیت اختیار کرنی چاہئے۔ دوسرے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسروں کی مدد نہیں کرسکتا تو اسے ان کے حلال اور اچھے کاموں میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہیے۔ اگر وہ دوسروں کو خوش نہیں کر سکتے تو انہیں غمگین نہ کریں۔ اگر وہ دوسروں کو نہیں ہنسا سکتے تو انہیں رونا نہیں چاہیے۔ اس کا اطلاق بے شمار منظرناموں پر کیا جا سکتا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ بہت سے مسلمان دوسروں کے ساتھ بھلائی کر سکتے ہیں، جیسے کہ انہیں جذباتی مدد فراہم کرتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں کی طرف منفی رویہ اختیار کر کے اپنے اچھے اعمال کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسروں کے بارے میں حد سے زیادہ منفی رویہ اختیار کرتا ہے تو یہ اسے قیامت کے دن جہنم میں پھینکنے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کی تصدیق صحیح مسلم نمبر 6579 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ غیر جانبدارانہ ذہنیت کا ہونا دراصل ایک نیک عمل ہے جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ صحیح مسلم نمبر 250 میں موجود حدیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔

آخر میں، دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا بہتر ہے جو کہ جامع ترمذی نمبر 2515 میں موجود حدیث کے مطابق ایک سچے مومن کی علامت ہے۔ غیر جانبدار طریقہ جیسا کہ دوسروں کے ساتھ منفی سلوک کرنا کسی کی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔

## انصاف - 1

صحیح مسلم نمبر 4721 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ انصاف کے ساتھ کام کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ اس میں وہ لوگ شامل ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے خاندانوں کے حوالے سے اور ان کی دیکھ بھال اور اختیار کے تحت ہیں۔

مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر حال میں انصاف سے کام لیں۔ اللہ عزوجل کے ساتھ انصاف کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا چاہیے۔ انہیں ان تمام نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا چاہیے جو انہیں دی گئی ہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق۔ اس میں کھانے اور آرام کے اپنے حقوق کو پورا کرتے ہوئے اپنے جسم اور دماغ کے ساتھ انصاف کرنا اور ہر عضو کو اس کے حقیقی مقصد کے مطابق استعمال کرنا شامل ہے۔ اسلام مسلمانوں کو یہ نہیں سکھاتا کہ وہ اپنے جسم اور دماغ کو اپنی حدود سے باہر دھکیلیں جس سے خود کو نقصان پہنچے۔

کسی کو لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جس طرح وہ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں دنیاوی چیزوں مثلاً دولت اور اختیار کے حصول کے لیے لوگوں کے ساتھ ناانصافی کرتے ہوئے اسلام کی تعلیمات پر کبھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ لوگوں کے جہنم میں داخل ہونے کا ایک بڑا سبب ہو گا اور صحیح مسلم نمبر 6579 میں ایک حدیث میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

انہیں صرف اس صورت میں بھی رہنا چاہئے جب یہ ان کی خواہشات اور ان کے پیاروں کی خواہشات سے متصادم ہو۔ باب 4 النساء، آیت 135

اے ایمان والو، انصاف پر ثابت قدم رہو، اللہ کے لیے گواہ بنو، خواہ وہ تمہارے اپنے یا والدین ” اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ کوئی امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں کا زیادہ حقدار ہے۔ لہذا [ذاتی ] “جھکاؤ کی پیروی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم انصاف پسند نہ ہو جاؤ۔

اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق اور ضروریات کو پورا کرتے ہوئے اپنے محتاجوں کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے۔ سنن ابو داؤد نمبر 2928 میں موجود ایک حدیث میں اس کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس کا ایک اہم پہلو اپنے زیر کفالت افراد کو اسلام کے بارے میں تعلیم دینا اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی اہمیت ہے۔ انہیں نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے اور نہ ہی انہیں دوسروں کے حوالے کیا جانا چاہئے، جیسے کہ اسکول اور مسجد کے اساتذہ۔ کسی شخص کو یہ ذمہ داری نہیں اٹھانی چاہئے اگر وہ ان کے بارے میں انصاف کے ساتھ کام کرنے میں بہت سست ہو۔

آخر میں، کوئی بھی شخص انصاف کے ساتھ کام کرنے سے آزاد نہیں ہے، جیسا کہ کم از کم اللہ تعالیٰ اور اپنے آپ کے ساتھ انصاف کے ساتھ کام کرنا ہے۔

## انصاف - 2

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسے سربراہ مملکت کے بارے میں رپورٹ کیا جس نے بدعنوان لوگوں کو استثنیٰ دے کر اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا۔ معاشرہ تنزلی کا شکار نظر آنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے انصاف کرنا چھوڑ دیا ہے۔ صحیح بخاری نمبر 6787 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ تنبیہ کی ہے کہ پچھلی قومیں تباہ ہوئیں کیونکہ حاکم کمزوروں کو سزا دیتے تھے جب وہ قانون توڑتے تھے لیکن امیر اور بااثر کو معاف کر دیتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربراہ مملکت ہونے کے ناطے اس حدیث میں یہاں تک اعلان فرمایا کہ اگر ان کی اپنی بیٹی نے کوئی جرم کیا تو وہ اس پر پوری قانونی سزا نافذ کریں گے۔ اگرچہ عوام الناس کے ارکان اس پوزیشن میں نہیں ہوں گے کہ وہ اپنے قائدین کو صرف اپنے اعمال پر قائم رہنے کا مشورہ دے سکیں لیکن وہ اپنے تمام معاملات اور اعمال میں انصاف سے کام لے کر ان پر بالواسطہ اثر ڈال سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک مسلمان کو اپنے زیر کفالت افراد جیسے کہ ان کے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہوئے انصاف سے کام لینا چاہیے۔ سنن ابوداؤد نمبر 3544 میں موجود حدیث میں خاص طور پر اس کی تلقین کی گئی ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ اپنے تمام کاروباری معاملات میں عدل و انصاف سے کام لیں، خواہ وہ کسی کے ساتھ بھی ہوں۔ اگر لوگ انفرادی سطح پر انصاف کے ساتھ کام کریں گے تو معاشرے میں بہتری آسکتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ لوگ جو بااثر عہدوں پر ہیں، جیسے کہ سیاست دان، انصاف سے کام لیں گے چاہے وہ چاہیں یا نہ چاہیں جیسا کہ انہیں یقین ہو گا کہ عام لوگ برداشت نہیں کریں گے۔ یہ

## رشتے داریاں - 1

جامع ترمذی نمبر 1979 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ قرابت داری برقرار رکھنے سے مال و جان میں اضافہ ہوتا ہے۔

قرابت داری نبھانا مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ ان کو توڑنا گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح مسلم نمبر 6518 کی ایک حدیث کے مطابق جو شخص دنیاوی وجوہات کی بناء پر رشتہ داریاں توڑے گا وہ 6518 اللہ تعالیٰ کی رحمت سے منقطع ہو جائے گا۔ ترمذی نمبر 1909 میں تنبیہ کی گئی ہے کہ جو شخص دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داریاں توڑے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ رشتہ داریاں نبھانے میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اسلام کی تعلیمات کے مطابق رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا شامل ہے۔ انہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے نہ کہ اپنے رشتہ داروں کی خوشنودی، کیونکہ یہ اسلام کی تعلیمات پر سمجھوتہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اپنے رشتہ داروں کو اپنے حقوق ادا کرتے وقت ان سے شکرگزاری کی امید نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے ان کی بے وفائی ثابت ہو گی۔ ایک مسلمان کو نرمی اور مہربانی کے ساتھ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چاہیے اور ایسی صورتوں میں جب کوئی رشتہ دار اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں ناکام ہو جائے تو مسلمان کو مذہبی مسائل پر بھی ان سے رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ وہ فائدہ مند چیزوں میں ان کی مدد کرتے رہیں، کیونکہ یہ احسان مندانہ عمل انہیں خلوص دل سے توبہ کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے۔ جبکہ ان سے منقطع ہونا انہیں صحیح رہنمائی سے مزید دور کر سکتا ہے۔

مرکزی حدیث میں دولت میں اضافے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ مالی مواقع فراہم کرتا ہے جو ان کے حلال مال میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کے مال میں اس قدر فضل کرتا ہے کہ اس سے ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور انہیں ذہنی و جسمانی سکون ملتا ہے جو کہ حقیقت میں حقیقی دولت ہے۔ رشتہ داری توڑنے والا اس فضل سے محروم ہو جائے گا، جس کی وجہ سے وہ غیر مطمئن محسوس کرے گا، چاہے وہ کتنی ہی دولت حاصل کر لے۔ اور یہ ہمیشہ لگتا ہے کہ ان کی دولت ان کی ضروریات اور ان کے زیر کفالت افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

اہم حدیث میں مذکور زندگی میں اضافے سے مراد کسی کے وقت میں فضل کیا جانا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے تمام فرائض جیسے فرض نمازوں اور لوگوں کے لیے حلال سے لطف اندوز ہونے کے لیے وقت نکالنے کا انتظام کر سکیں۔ ضرورت سے زیادہ، اسراف یا فضول خرچی کے بغیر دنیا کی لذتیں۔ لیکن رشتہ توڑنے والا اس فضل سے محروم ہو جائے گا اور اس پر خواہ کتنی ہی کم ذمہ داریاں کیوں نہ ہوں، ایسا نہیں لگتا کہ ان کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ ان سب کو پورا کر سکیں اور اعتدال کے ساتھ دنیا کی حلال لذتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔ اس کے بجائے وہ دن کو ایک کے بعد دوسرے مسئلے سے نمٹتے ہیں بغیر کسی آرام اور ذہنی سکون کے گزاریں گے۔

## رشتہ داری کے تعلقات - 2

جامع ترمذی نمبر 2612 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ہو۔

بدقسمتی سے، بعض نے اپنے ہی خاندان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہوئے غیر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی بری عادت اپنا لی ہے۔ وہ اس طرح برتاؤ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اپنے خاندان کی تعریف کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ایک مسلمان اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ایمان کے دونوں پہلوؤں کو پورا نہ کرے۔ پہلا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے فرائض کی ادائیگی، اس کے احکام کی بجا آوری، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا مقابلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ یہ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ وہ ان تمام نعمتوں کا استعمال کریں جو انہیں عطا کی گئی ہیں ان طریقوں سے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتے ہیں۔

دوسرا لوگوں کے حقوق کو پورا کرنا ہے جس میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی شامل ہے۔ اس قسم کے سلوک کا اپنے خاندان سے زیادہ حق کسی کو نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اہل خانہ کی ان تمام معاملات میں مدد کرے جو اچھے ہوں اور انہیں برے کاموں اور طرز عمل سے نرمی کے ساتھ تنبیہ کریں۔ انہیں برے کاموں میں ان کی آنکھیں بند کر کے صرف اس وجہ سے مدد نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ان کے رشتہ دار ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں بعض برے جذبات کی وجہ سے اچھے معاملات میں ان کی مدد کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

دوسروں کی رہنمائی کا بہترین طریقہ عملی نمونہ کے ذریعے ہے، جیسا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور صرف زبانی رہنمائی سے کہیں زیادہ موثر ہے۔

کسی کو ان حقوق کو سیکھنا چاہیے جو اس پر واجب الادا ہیں اور وہ حقوق جو وہ دوسروں پر واجب الادا ہیں، خاص طور پر ان کے رشتہ داروں کو، تاکہ وہ ان کو پورا کریں۔ ایک مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص سے پوچھے گا کہ کیا اس نے دوسروں کے حقوق ادا کیے، وہ ان سے نہیں پوچھے گا کہ کیا لوگوں نے ان کے حقوق ادا کیے؟ لہذا، انسان کو اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ ان سے کس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا، مطلب، دوسروں کے حقوق، اور اس لیے انہیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

آخر میں، کسی کو عام طور پر تمام معاملات میں نرمی کا انتخاب کرنا چاہئے، خاص طور پر، اپنے خاندان کے ساتھ معاملہ کرتے وقت۔ اگر وہ گناہ بھی کریں تو انہیں نرمی کے ساتھ تنبیہ کی جائے اور پھر بھی اچھے کاموں میں ان کی مدد کی جائے کیونکہ یہ مہربانی انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف لوٹانے میں ان کے ساتھ سختی کرنے سے زیادہ موثر ہے۔

### رشتے داریاں - 3

جامع ترمذی نمبر 1952 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ والدین اپنے بچے کو جو سب سے زیادہ نیک تحفہ دے سکتے ہیں وہ انہیں اچھے اخلاق سکھانا ہے۔

یہ حدیث مسلمانوں کو یاد دلاتی ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں جیسے کہ ان کے بچوں کے ایمان کے بارے میں زیادہ فکر مند رہیں، ان کو مال و جائیداد کے حصول اور ان کی فراہمی میں۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیاوی ورثے آتے جاتے ہیں۔ کتنے امیر اور طاقتور لوگوں نے بڑی بڑی سلطنتیں صرف اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے مرنے کے فوراً بعد انہیں توڑ دیا جائے اور انہیں بھلا دیا جائے۔ ان میں سے کچھ وراثت سے پیچھے رہ جانے والی چند نشانیاں صرف لوگوں کو ان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی تنبیہ کرنے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ ایک مثال فرعون کی عظیم سلطنت ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے بچوں کو سلطنت بنانے اور بہت زیادہ دولت اور جائیدادیں حاصل کرنے کی تعلیم دینے میں اس قدر فکر مند ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اطاعت سکھانے میں کوتاہی کرتے ہیں جس میں اس کے احکام کی تعمیل، اس کی ممانعتوں سے اجتناب اور تقدیر کا سامنا کرنا شامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کے مطابق صبر۔ اس میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک شامل ہے۔ ایک مسلمان کو یہ یقین کرنے میں بے وقوف نہیں بنایا جانا چاہئے کہ ان کے پاس اپنے بچوں کو اچھے اخلاق سکھانے کے لئے کافی وقت ہے، کیونکہ ان کی موت کا لمحہ نامعلوم ہے اور اکثر غیر متوقع طور پر لوگوں پر جھپٹتا ہے۔

اس کے علاوہ، جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے طریقے پر قائم ہو جاتے ہیں تو انہیں اچھے اخلاق سکھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر کوئی اپنے بچے کو اچھے اخلاق سکھانے میں ناکام رہتا ہے تو وہ دونوں جہانوں میں ان کے لیے تناؤ کا باعث بنتا ہے۔

والدین اپنے بچے کو اچھے اخلاق سکھانے کا بہترین طریقہ مثال کے طور پر رہنمائی کرنا ہے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنے بچے کے لیے عملی نمونہ بننا چاہیے۔

آج وہ دن ہے جب ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں اس تحفے پر غور کرنا چاہیے جو وہ اپنے بچوں اور رشتہ داروں کو دینا چاہتے ہیں۔ اس طرح ایک مسلمان آخرت کے لیے نیکی بھیجتا ہے لیکن پیچھے نیکی بھی چھوڑ جاتا ہے، جیسا کہ ایک صالح بچہ جو اپنے فوت شدہ والدین کے لیے دعا کرتا ہے، اس کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق جامع ترمذی نمبر 1376 میں موجود ایک حدیث سے ہوئی ہے۔ امید ہے کہ اس طرح سے خیر میں گھرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

## رشتہ داری کے تعلقات - 4

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسی ذہنیت پر غور کر رہا تھا جو بہت سے لوگ خاص طور پر ایشیائی باشندوں کے پاس ہے۔ رشتہ داروں جیسے لوگوں کو جسمانی طور پر ساتھ رہنے پر مجبور کرنا انتہائی ضرورت ہے۔ اگرچہ، یہ ابھی تک برا ارادہ نہیں ہے، اس دن اور عمر میں یہ اکثر اچھے سے زیادہ مصیبت کا باعث بنتا ہے۔ چونکہ لوگ کامل نہیں ہیں وہ ایسی غلطیاں کریں گے جو دوسروں کو پریشان کرتی ہیں جیسے کہ ان کے رشتہ دار۔ لیکن اگر اس شخص نے اپنے رشتہ داروں سے صرف ایک بار ملاقات کی اور بات چیت کی تو اس بات کا بہت زیادہ امکان ہے کہ اس غلطی کو دوسروں سے نظر انداز کر دیا جائے تاکہ یہ بحث کا موضوع نہ بن جائے۔ لیکن اگر یہی شخص مسلسل اپنے رشتہ داروں کے ارد گرد رہتا ہے تو اس کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ ان کا رویہ اور برتاؤ ان کے رشتہ داروں کے درمیان جھگڑے اور جھگڑے کا باعث بنے۔ دوسرے لفظوں میں، ایک شخص میں بحث کرنے کا امکان کم ہوتا ہے اور کسی کے ساتھ روادار ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے جسے وہ صرف ایک بار دیکھتے ہیں پھر کسی کو وہ ہمیشہ آس پاس ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر غور کریں تو سب سمجھ جائیں گے۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ جسمانی طور پر الگ ہو جانا بہتر ہے لیکن ایک دوسرے کے ساتھ امن و امان میں رہنا اس سے بہتر ہے کہ جھگڑے اور رگڑ میں اکٹھے رہیں۔ دلائل صرف ذہنی علیحدگی کا باعث بنتے ہیں جس کا اکثر خاندانوں پر جسمانی علیحدگی سے زیادہ منفی اثر پڑتا ہے۔ جبکہ جسمانی طور پر الگ ہونے سے ذہنی علیحدگی نہیں ہوتی۔ درحقیقت، یہ اکثر باہمی احترام اور تعریف کی طرف جاتا ہے۔ جیسا کہ مشہور کہاوت ہے کہ جدائی دل کو پیارا کر دیتی ہے۔

یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے رشتوں کو برقرار رکھے چاہے وہ جسمانی طور پر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن اس بحث کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ نہیں ماننا چاہیے کہ لوگوں کے درمیان جسمانی علیحدگی ایک بری چیز ہے۔ درحقیقت یہ ان کے درمیان تعلقات کو مضبوط کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

## رشتہ داری کے تعلقات - 5

میرے پاس ایک خیال تھا جسے میں شیئر کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک ایسے مسئلے پر غور کر رہا تھا جو زیادہ تر مسلمان خاندانوں کو متاثر کرتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ تقسیم ہو جاتے ہیں اور وہ مضبوط تعلق کھو دیتے ہیں جو ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تھا۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں لیکن ایک بڑا سبب وہ بنیاد ہے جس پر ان کے والدین اور رشتہ داروں نے ان کا تعلق قائم کیا تھا۔ یہ عام طور پر جانا جاتا ہے کہ جب عمارت کی بنیاد کمزور ہوتی ہے تو عمارت یا تو وقت کے ساتھ خراب ہو جاتی ہے یا گر جاتی ہے۔ اسی طرح جب لوگوں کو آپس میں جوڑنے والے بانڈز کی بنیادیں درست نہیں ہوتیں تو ان کے درمیان بندھن بالآخر کمزور یا ٹوٹ جاتا ہے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان کے درمیان رشتہ جوڑ دیا۔ جبکہ آج زیادہ تر مسلمان قبائلیت، بھائی چارے اور دوسرے خاندانوں کو دکھانے کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں۔ اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی اکثریت آپس میں باہم تعلق نہیں رکھتی تھی لیکن چونکہ ان کو جوڑنے والے بندھنوں کی بنیاد صحیح تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان کے رشتے مضبوط سے مضبوط ہوتے گئے۔ جبکہ آج کل بہت سے مسلمان خون کے رشتے میں ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ الگ ہو گئے ہیں کیونکہ ان کے رشتوں کی بنیاد باطل یعنی قبائلیت اور اسی طرح کی چیزوں پر تھی۔

مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر رشتہ داریوں اور غیر رشتہ داروں کے حقوق کی پاسداری کے اہم فریضے کو ادا کرنے کے لیے اپنے بندھنوں کو قائم رکھنے اور اجر کمانے کی خواہش رکھتے ہیں تو انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رشتہ جوڑنا چاہیے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ لوگ صرف ایک دوسرے سے جڑیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اس طریقے سے کام کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو۔ قرآن پاک میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ باب 5 المائدہ، آیت 2

اور نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔“

## رشتہ داریاں - 6

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک نیوز ڈاٹا کومنٹری دیکھی تھی جس پر میں مختصراً گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اس میں منشیات کی اسمگلنگ اور گینگز، خاص طور پر مسلم نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے اضافہ کی اطلاع دی گئی۔ زیادہ تر معاملات میں، سب سے پہلے لوگ جنہیں ذمہ داری لینے اور اس سے بچنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ والدین ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے، بہت سے والدین انگلیاں اٹھاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسکول کے اساتذہ، پولیس یا مساجد کے اماموں کو نوجوانوں کو گروہوں اور منشیات کے کاروبار سے دور رکھنا چاہیے۔ یوں تو ان سب کا فرض ہے لیکن بنیادی اور سب سے بڑا فرض والدین کا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو گروہوں اور غیر قانونی منشیات کے برے اثرات سے مسلسل آگاہ کریں۔ یہ کس طرح ملوث لوگوں اور ان سے جڑے لوگوں کی زندگیوں کو تباہ کر دیتا ہے، جیسے کہ ان کے خاندان۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری نمبر 2101 میں ایک حدیث میں حضور نے نصیحت فرمائی ہے۔ برا دوست بدبو کی طرح ہے جو ان کے آلہ وسلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے ساتھ دوسروں کو بھی متاثر کرتی ہے۔

نوجوانوں کو گروہوں سے دور رکھنے کی کلید بنیادی طور پر والدین سے اور پھر دوسروں، جیسے بہن بھائیوں اور اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنا ہے۔ والدین کو نرمی سے اپنے بچوں کے بارے میں سوال کرنا چاہیے۔ انہیں اس بارے میں پوچھنا چاہیے کہ وہ کس کے ساتھ باہر جا رہے ہیں، کہاں جا رہے ہیں اور ان کی سرگرمیوں کے بارے میں۔ انہیں اپنے بچوں کے دوستوں سے بھی ملنا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ وہ صحبت کے لیے موزوں ہیں۔ اگر ان کے بچوں کے پاس مہنگی چیزیں ہیں، جو والدین نے ان کے لیے نہیں خریدی ہیں، تو ان سے یہ سوال کرنا چاہیے۔ اگر بچوں سے چھوٹی عمر سے اس طرح پوچھ گچھ کی جائے تو وہ اس سے واقف ہو جائیں گے اور جب ان کی زندگی میں بعد میں پوچھ گچھ کی جائے گی تو وہ پریشان نہیں ہوں گے۔ یہ والدین کا فرض ہے ابوداؤد نمبر 2928 کی ایک حدیث میں اشارہ سنن جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

بدقسمتی سے، کچھ والدین کا خیال ہے کہ ان کا فرض صرف اپنے بچوں کے لیے دولت کمانا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو اس میں مصروف رکھتے ہیں اور اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی اور ان پر کڑی نظر رکھنے کے زیادہ اہم فریضے سے غفلت برتتے ہیں۔ ہاں، دولت کمانا ضروری ہے لیکن یہ اپنے بچوں کو صحیح اور غلط میں فرق کی تعلیم دینے پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

اپنے کام کو درست ثابت کرنے کے لیے قرآن پاک کی آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مضحکہ خیز ہے، کیونکہ اسلام واضح طور پر ہر - احادیث کی من گھڑت یا غلط تشریح کرتے ہیں اس چیز سے منع کرتا ہے جس سے خود کو اور دوسروں کو نقصان پہنچے، جیسے کہ غیر قانونی منشیات کا سودا کرنا یا لینا۔ وہ یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ غیر مسلموں کو غیر قانونی منشیات فروخت کرنا قابل قبول ہے۔ لیکن یہ اسلام کی تعلیمات کو مکمل طور پر چیلنج کرتا ہے، کیونکہ ایک مسلمان کو ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک اور احترام کے ساتھ پیش آنا چاہیے، خواہ اس کا عقیدہ کچھ بھی ہو۔ درحقیقت کوئی شخص اس وقت تک سچا مسلمان یا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے زبانی اور جسمانی نقصان کو کسی شخص اور اس کے مال سے دور نہ رکھیں۔ اس کی تصدیق سنن نسائی نمبر 4998 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اگر ایک مسلمان کو دوسرے مذاہب کے معبودوں کی بے عزتی کرنے کی اجازت نہیں ہے تو اسلام مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بدسلوکی کی ترغیب کیسے دے سکتا ہے؟ باب 6 الانعام، آیت 108

اور جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو، ورنہ وہ بغیر علم کے اللہ کی دشمنی میں "گالی دینے لگیں گے۔"

اس طرح کا برتاؤ درحقیقت پچھلی امتوں کا کام تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر ان پر سخت تنقید کی۔ باب: علی عمران، آیت 75 3

اور اہل کتاب میں سے کوئی ایسا ہے کہ اگر تم اس کے سپرد بہت زیادہ مال دو گے تو وہ تمہیں " واپس کر دے گا۔ اور ان میں سے کوئی ایسا ہے کہ اگر تم اسے ایک سکہ سونپ دو تو وہ تمہیں اس وقت تک واپس نہیں کرے گا جب تک کہ تم اس پر مسلسل کھڑے نہ ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر ان پڑھوں میں کوئی قصور نہیں۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ "جانتے ہیں۔

بہت سی احادیث میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری نمبر 3318 میں ہے، تو اسلام انسانوں کے ساتھ بدسلوکی کی اجازت کی ہے، جیسا کہ کیسے دے سکتا ہے؟

اپنے بچوں کو تعلیم دینا انہیں یقین کرنے اور بری باتوں اور نصیحتوں پر عمل کرنے کے دھوکے میں آنے سے روکے گا۔ یہ تعلیم گھر سے شروع ہوتی ہے۔ والدین کو آگے بڑھ کر یہ فرض ادا کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہی، یہ فرض دوسروں تک پہنچتا ہے، جیسے کہ اسکول کے اساتذہ۔

اگر والدین اس فرض کو پورا کرتے ہیں تو قیامت کے دن ان کو بری کر دیا جائے گا، اس سے قطع نظر کہ ان کا بچہ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس فرض میں کوتاہی کرتے ہیں تو دنیا اور آخرت دونوں میں ان کا حساب ہوگا۔

## رشتہ داریاں - 7

میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک خبر پڑھی تھی جس پر مختصراً بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے خاندانی زندگی کے دباؤ، جیسے بچوں کی پرورش کے بارے میں اطلاع دی۔ اگرچہ اس تناؤ کو کم کرنے کے لیے انسان بہت سی چیزیں سیکھ سکتا ہے اور کر سکتا ہے، لیکن صرف ایک اہم چیز پر بات کی جائے گی۔ بچے کی پرورش کرنے والے ہر والدین یا قانونی سرپرست کو دو عناصر کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سب سے پہلے ان کی اپنی دیکھ بھال کے تحت بچے کے تئیں ان کا اپنا فرض اور ذمہ داری ہے۔ مثال کے طور پر یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں ضروریات زندگی مثلاً خوراک، لباس اور مکان مہیا کریں۔ اس کے علاوہ، انہیں اپنی دنیوی اور دینی تعلیم دونوں کا اہتمام کرنا چاہیے، جیسے کہ انہیں قرآن پاک میں مذکور اچھے اخلاق سکھانا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات۔

باب 66 تحریم، آیت 6

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن "

...انسان اور پتھر ہیں"

دوسرے عنصر میں بچے کی اپنی زندگی کے انتخاب شامل ہیں۔ مثال کے طور پر، چاہے وہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے سخت مطالعہ کرنا چاہتے ہیں یا سست ہونا چاہتے ہیں۔ یہ انتخاب دو حلال چیزوں کے درمیان ہو سکتا ہے، جیسے کہ مثال بیان کی گئی ہے یا صحیح اور غلط کے درمیان۔ مثال کے طور پر، ایک بچے کو جرم کی زندگی یا قانونی پیشے کے درمیان انتخاب کرنا پڑ سکتا ہے۔ تمام بچوں کو آخر کار یہ انتخاب کرنا ہوں گے اور کسی اور کی طرف سے کسی خاص راستے کا انتخاب کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، جیسے کہ ان کے والدین۔ حقیقت میں، والدین اپنے بچوں کی مسلسل پیروی نہیں کر سکتے اور کسی نہ کسی طرح انہیں صحیح انتخاب کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال کیا جائے گا اور ان سے پہلے عنصر کے بارے میں جوابدہی کی جائے گی، جو ان کے فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سونپی ہیں۔ لیکن وہ دوسرے عنصر کے لیے جوابدہ نہیں ہوں گے، جو کہ ان کے بچے آزادانہ انتخاب کرتے ہیں۔ لہذا ایک مسلمان کو اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اپنے فرض کی ادائیگی پر پوری توجہ مرکوز رکھنی چاہیے اور دوسرے عنصر پر زور نہیں دینا چاہیے جو ان کے قابو سے باہر ہے۔ جس طرح ایک ذہین شخص موسم کے بارے میں دباؤ نہیں ڈالتا، یہ جانتے ہوئے کہ اس پر قابو پانا ان کے ہاتھ سے باہر ہے، انہیں دوسرے عنصر کے بارے میں دباؤ نہیں ڈالنا چاہیے اور اس کے بجائے اس بات پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے کہ ان کے اختیار میں کیا ہے اور وہ کس چیز کے لیے جوابدہ ہوں گے۔

## رشتہ داری کے تعلقات - 8

صحیح بخاری نمبر 5090 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ چار وجوہات کی بنا پر شادی کی جاتی ہے: مال، نسب، حسن یا تقویٰ۔ انہوں نے تنبیہ کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ آدمی کو تقویٰ کی خاطر شادی کرنی چاہیے ورنہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس حدیث میں مذکور پہلی تین چیزیں بہت عارضی اور ناقص ہیں۔ وہ کسی کو عارضی خوشی تو دے سکتے ہیں لیکن آخرکار یہ چیزیں ان کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں کیونکہ ان کا تعلق مادی دنیا سے ہے نہ کہ اس چیز سے جو حتمی اور مستقل کامیابی عطا کرتی ہے یعنی ایمان۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ دولت خوشی نہیں لاتی، صرف امیر اور مشہور کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ درحقیقت، امیر زمین پر سب سے زیادہ غیر مطمئن اور ناخوش لوگ ہیں۔ اپنے نسب کی خاطر کسی سے شادی کرنا بے وقوفی ہے کیونکہ یہ اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ وہ شخص ایک اچھا شریک حیات بنائے گا۔ درحقیقت، اگر شادی کام نہیں کرتی ہے، تو یہ شادی سے پہلے دونوں خاندانوں کے خاندانی بندھن کو ختم کر دیتی ہے۔ صرف خوبصورتی یعنی محبت کی خاطر شادی کرنا عقلمندی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک بے چین جذبہ ہے جو وقت کے ساتھ اور مزاج کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ قیاس محبت میں ڈوب جانے والے کتنے جوڑے ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے؟

لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی ایسا شریک حیات تلاش کرے جو غریب ہو، کیونکہ یہ ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص سے شادی کی جائے جو خاندان کی مالی مدد کر سکے۔ نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اپنے شریک حیات کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ یہ ایک صحت مند شادی کا ایک اہم پہلو ہے۔ لیکن اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کسی کی شادی کی بنیادی یا حتمی وجہ نہیں ہونی چاہئیں۔ ایک مسلمان کو شریک حیات میں جو بنیادی اور حتمی خوبی تلاش کرنی چاہیے وہ تقویٰ ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجا لاتا ہے، اس کی ممانعتوں سے باز آتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی روایات کے مطابق صبر کے ساتھ تقدیر کا سامنا کرتا ہے۔ سادہ لفظوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اپنی شریک حیات کے ساتھ خوشی اور مشکل دونوں وقتوں میں اچھا سلوک کرے گا۔ دوسری طرف، جو لوگ بے دین ہیں وہ اپنے شریک حیات کے ساتھ بدسلوکی کریں گے جب بھی وہ پریشان ہوں گے۔ حالیہ برسوں میں مسلمانوں کے درمیان گھریلو تشدد میں اضافے کی یہ ایک اہم وجہ ہے۔ اور جب وہ اپنے شریک حیات سے راضی ہوں گے تب بھی وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنے حقوق ادا کرنے میں ناکام رہیں گے جس کو دور کرنے میں تقویٰ مدد کرتا ہے۔ باب 35 فاطر، آیت 28:

”اللہ سے صرف وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم رکھتے ہیں۔“

آخر میں، متقی شخص ہمیشہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں رہتا ہے، جیسے کہ ان کی شریک حیات، پھر وہ لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے گا کہ انہوں نے لوگوں کے حقوق ادا کیے یا نہیں؟ وہ ان سے یہ نہیں پوچھے گا کہ کیا لوگوں نے ان کے حقوق ادا کیے ہیں، جیسا کہ یہ اس وقت کیا جائے گا جب اللہ تعالیٰ دوسروں سے سوال کرتا ہے، نہ کہ جب وہ ان سے سوال کرتا ہے۔ جبکہ ظالم مسلمان صرف اپنے حقوق، حقوق کی پرواہ کرے گا جو اس نے معاشرے، ثقافت، فیشن اور اپنے تخیل سے لیے ہیں اسلام سے نہیں۔ نتیجے کے طور پر، وہ اپنے شریک حیات سے کبھی بھی حقیقی طور پر راضی نہیں ہوں گے، خواہ ان کی شریک حیات اسلام کی تعلیمات کے مطابق اپنے حقوق ادا کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام سے لاعلمی اور طلاق کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

آخر میں، اگر کوئی مسلمان شادی کرنا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے اس سے متعلق علم حاصل کرنا چاہیے، جیسے کہ اس پر اپنی شریک حیات کے واجب الادا حقوق، جو حقوق اس پر اپنی شریک حیات سے واجب الادا ہیں اور مختلف حالات میں اپنی شریک حیات کے ساتھ صحیح سلوک کرنے کا طریقہ۔ بدقسمتی سے، اس سے لاعلمی بہت سے دلائل اور طلاقیوں کا باعث بنتی ہے کیونکہ لوگ ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے ان کا شریک حیات پابند نہیں ہوتا۔ لہذا علم، جو تقویٰ کی جڑ ہے، صحت مند اور کامیاب ازدواجی زندگی کی بنیاد ہے۔

## رشتہ داری کے تعلقات - 9

رشتہ داری کو برقرار رکھنا اسلام کا ایک اہم پہلو ہے جسے اگر کوئی کامیابی چاہتا ہے تو اسے ترک دونوں جہانوں میں ایمان کی حقیقی نشانی یہ نہیں ہے کہ سارا دن مسجد میں اللہ نہیں کیا جا سکتا۔ تعالیٰ کی عبادت میں گزارے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ مخلوق کے سب سے اہم حقوق میں سے ایک رشتہ داری کو برقرار رکھنا ہے۔ کوئی شخص کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ جب کوئی لیکن اللہ تعالیٰ اسلامی لباس پہن کر تقویٰ کا دعویٰ کر سکتا ہے تاریخ کے اوراق ہمیشہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے رشتہ داریوں کو نبھایا۔ مڑتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے رشتہ داروں نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی تب بھی انہوں نے مہربانی سے جواب دیا۔ باب 41 فصیلات، آیت 34

اور اچھے اور برے کام برابر نہیں ہیں۔ برائی کو اس [عمل سے] دفع کرو جو بہتر ہو۔ پھر جس کے " اور تمہارے درمیان دشمنی ہے وہ گویا ایک مخلص دوست ہو گا۔

صحیح مسلم نمبر 6525 میں موجود ایک حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو شخص رشتہ داریوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کے لیے اس کی مدد کرتا ہے خواہ اس کے رشتہ دار مشکلات کا شکار ہوں۔

مومن مخلص اچھائی کا جواب اچھائی سے دینا کوئی خاص بات نہیں جبکہ برائی کا اچھا جواب دینا کوئی زیادہ تر معاملات میں، جب کی نشانی ہے۔ سابقہ رویہ جانوروں میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ میں کسی جانور کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو اس کے بدلے میں پیار واپس آتا ہے۔ صحیح بخاری برقرار رکھنے نمبر 5991 میں موجود ایک حدیث سے ثابت ہے کہ رشتہ داری کو صحیح معنوں میں حضور نبی اکرم صلی والا وہ ہے جو رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے ہوئے بھی رشتہ قائم رکھے۔

اکثر رشتہ داروں کی طرف سے لیکن اس نے ہمیشہ اپنے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل دہشت زدہ تھے۔  
ان کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ کیا۔

یہ بات عام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن صحیح بخاری نمبر 5987 میں موجود ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ جو شخص دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داریاں توڑے گا اس سے وہ رشتہ توڑ دے گا۔ ذہن میں رکھو، عبادات کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے جیسی فرض نماز یہ قطع نظر سچ ہے ایسے کتنی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی مسلمان سے رشتہ منقطع کر دے تو وہ اس کا قرب اور ابدی کامیابی کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

لوگوں کو موقع دینے کے اس کے علاوہ، زیادہ تر معاملات میں اللہ تعالیٰ عذاب میں تاخیر کرتا ہے۔ توبہ کرنا لیکن دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داری کو توڑنے کی سزا بہت جلد ملتی لیے گناہوں کا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابن ماجہ نمبر 4212 میں موجود حدیث سے ہوئی ہے۔

بدقسمتی سے آج دنیا میں تعلقات منقطع کرنے کا رواج عام دیکھا جاتا ہے۔ لوگ چھوٹی موٹی دنیاوی وجوہات کی بنا پر رشتہ داریوں کو آسانی سے توڑ دیتے ہیں۔ وہ کسی بھی نقصان کو پہچاننے میں جو مادی دنیا میں ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے ان کا تعلق ناکام رہتے ہیں۔ منقطع ہو جائے تو دونوں جہانوں میں انہیں طویل مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جب کوئی اپنے پیشے کے ذریعے وجہ جو اسلامی معاشرے میں عام طور پر دیکھی جاتی ہے۔ کی اعلیٰ سماجی مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ انہیں اپنے رشتہ داروں کو ترک کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ انہیں یقین ہے کہ وہ اب ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اپنی دولت اور حیثیت سے ان کی محبت انہیں بے حیائی کے دروازے پر دھکیل دیتی ہے جو انہیں یقین دلاتی سماجی صرف ان سے ان کی دولت چھیننا چاہتے ہیں۔ ہے کہ ان کے رشتہ دار

قرآن کریم بتاتا ہے کہ ان بندھنوں کے بارے میں قیامت کے دن سوال کیا جائے گا۔ باب 4 النساء، آیت 1:

اور اس اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحم سے۔ بے شک اللہ تم ”  
“پر ہمیشہ دیکھنے والا ہے۔

برقرار رکھے بغیر تقویٰ یہ آیت بھی واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رشتہ داری کو وہ اسے زیادہ عبادت کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں۔ تو جو لوگ ایمان لائے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اپنے رویے کو بدلنا چاہیے۔ اور روزے غلط ثابت ہوئے ہیں

اسلام مسلمانوں کو سکھاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی ان معاملات میں مدد کر کے تمام رشتہ داریوں کو برقرار رکھیں جو جب اور جہاں بھی ممکن ہو اچھے ہوں۔ انہیں ایک تعمیری ذہنیت اختیار ایک تباہ معاشرے کے فائدے کی بجائے رشتہ داروں کو متحد کرتا ہے۔ جو کرنے کا حکم دیا گیا ہے سنن ابوداؤد نمبر 4919 میں موجود ایک کن ذہنیت جو صرف خاندانوں میں تقسیم کا باعث بنتی ہے۔ حدیث کے مطابق لوگوں میں تفرقہ ڈالنا تباہی کا باعث بنتا ہے۔

رشتہ توڑنے والوں پر قرآن پاک میں لعنت کی گئی ہے۔ باب 47 محمد، آیات 22-23

تو کیا تم اگر منہ موڑو گے تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور اپنے تعلقات کو توڑ دو گے؟ [ایسا ”  
“کرنے والے [وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

دنیا میں یا آخرت میں اور اس کی رحمت سے محروم ہوں تو اللہ تعالیٰ کی لعنت میں گھرے ہوئے ہوں  
کوئی اپنی جائز خواہشات کیسے حاصل کرسکتا ہے ؟

حکم نہیں دیتا اور نہ ہی یہ ان سے اپنے رشتہ داروں کی کفالت میں اپنی وسعت سے تجاوز کرنے کا  
یہ کہتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے لیے اللہ تعالیٰ کی حدود کو قربان کر دیں کیونکہ اگر اس کا  
خالق کی نافرمانی اس کی تصدیق سنن ابوداؤد نمبر 2625 مطلب ہے تو مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔  
میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ لہذا کبھی بھی اپنے رشتہ داروں کو برائیوں میں شامل نہیں کرنا  
کا اپنے رشتہ داروں کو نیکی کا حکم دیں اور ان - چاہیے۔ اس صورت میں ایک مسلمان کو چاہیے  
احترام کرتے ہوئے انہیں برائی سے نرمی سے روکیں۔ باب 5 المائدة، آیت 2

“اور نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو لیکن گناہ اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔”

اللہ کی رضا کے حاصل کیا جاتا ہے۔ کے ذریعہ رشتہ داری کو برقرار رکھنے والے بے شمار فوائد  
لیے۔ مثال کے طور پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی کہ جو بندہ  
جوڑتا ہے اس کے رزق میں اور ان کی زندگی میں اضافی فضل ہوتا ہے۔ اس کی تصدیق سنن ابوداؤد  
ہی کم کتنا نمبر 1693 میں موجود ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا رزق خواہ  
اور جسم .زندگی میں فضل سکون ملے گا۔ کیوں نہ ہو ان کے لیے کافی ہو گا اور اس سے انہیں ذہنی  
کا مطلب ہے کہ وہ اپنے تمام دینی اور دنیاوی فرائض کو پورا کرنے کے لیے وقت نکالیں گے۔ یہ دو  
مسلمان اپنی ساری زندگی اور مال حاصل کرنے کی کوشش میں صرف کرتے ہیں لیکن نعمتیں ہیں۔  
بہت سے لوگ اس بات کو تسلیم کرنے میں ناکام رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو رکھا ہے۔  
رشتہ داریوں کو برقرار رکھنے میں

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بے رشتہ داریاں نبھانا اس قدر ضروری رشتہ داروں کے ساتھ بھی اس اہم فرض کو پورا کریں۔ اس کی تلقین کرنے اپنے غیر مسلم حکم دیا۔ والی ایک حدیث صحیح مسلم نمبر 2324 میں موجود ہے۔

شیطان کے پھندے میں سے ایک یہ ہے کہ وہ رشتہ داروں اور معاشرے میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور سماجی تقسیم۔ اس کا حتمی مقصد اسلام کو بحیثیت قوم کمزور جس سے خاندان ٹوٹ جاتے ہیں۔ کرنا ہے۔ بدقسمتی سے، کچھ لوگ رنجشوں کو پناہ دینے کے لیے بدنام ہو گئے ہیں جو کئی دہائیوں اور نسل در نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ایک شخص دہائیوں تک کسی رشتہ دار تک جاری رہتے ہیں ان سے دوبارہ کبھی بات نہیں وہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا لیکن ایک غلطی اور دلیل کے بعد صحیح مسلم کرے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں تنبیہ فرمائی ہے۔ نمبر 6526 میں ہے کہ ایک مسلمان کے لیے کسی دنیاوی معاملے میں دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع رکھنا ناجائز ہے۔ اگر غیر رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے کا یہ حکم ہے تو کیا صحیح بخاری نمبر رشتہ داروں سے رشتہ توڑنے کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟ یہ سوال میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے کہ 5984 جو شخص کسی رشتہ دار سے دنیوی وجوہات کی بناء پر تعلق توڑے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس اہم موضوع پر بحث کرنے والی آیات و احادیث پر غور کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر اللہ عشرہ کے گناہوں کے بعد بھی اپنے دروازے بند نہیں کرتا اور لوگوں کے ساتھ اپنے سرور کا واسطہ نہیں رکھتا تو لوگ چھوٹی دنیا میں اپنے رشتہ داروں سے اتنی آسانی سے کیوں منہ موڑ لیتے ہیں۔ مسائل؟ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے ان کے تعلق کو برقرار رکھنا چاہتا ہے تو اسے تبدیل ہونا چاہیے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل اور صحابہ کرام پر درود و سلام ہو۔

اچھے کردار پر 400 سے زیادہ مفت ای بکس

400 سے زیادہ مفت ای بکس: <https://shaykhpod.com/books/eBooks/AudioBooks>  
کے لیے بیک اپ سائٹ <https://archive.org/details/@shaykhpod>  
شیخ پوڈ ای بکس کے براہ راست پی ڈی ایف لنکس:  
<https://spebooks1.files.wordpress.com/2024/05/shaykhpod-books-direct-pdf-links-v2.pdf>  
<https://archive.org/download/shaykh-pod-books-direct-pdf-links/ShaykhPod%20Books%20Direct%20PDF%20Links%20V2.pdf>

دیگر شیخ پوڈ میڈیا

آڈیو بکس: <https://shaykhpod.com/books/#audio>  
روزانہ بلاگز: <https://shaykhpod.com/blogs/>  
تصویریں: <https://shaykhpod.com/pics/>  
جنرل پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/general-podcasts/>  
PodWoman: <https://shaykhpod.com/podwoman/>  
PodKid: <https://shaykhpod.com/podkid/>  
اردو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/urdu-podcasts/>  
لائو پوڈکاسٹ: <https://shaykhpod.com/live/>

ڈیلی بلاگز، ای بکس، تصویروں اور پوڈکاسٹوں کے لیے گمنام طور پر واٹس ایپ چینل کو فالو کریں  
<https://whatsapp.com/channel/0029VaDDhdwJ93wYa8dgJY1t>

ای میل کے ذریعے روزانہ بلاگز اور اپ ڈیٹس حاصل کرنے کے لیے سبسکرائب کریں  
<http://shaykhpod.com/subscribe>



Achieve Noble Character